جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں

■ ■ ■ ■ ■ ■

پہلا حصہ : مونالیزا کی نواسی

دوسرا حصہ : خونی فنکار

پبلشرز . . . سلطان محمد

پرنٹرز . . . تاج دین لاہور

زیرِ اہتمام . . . کتاب دنیا ۔ لاہور

پیشرس

یہ رہی مونالیزا کی نواسی۔ اُس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ڈاونچی والی مونالیزا کی نواسی ہے لیکن حقیقت کیا تھی یہ آپ کو عمران بتائے گا۔ "دہشت گر" کی پسندیدگی کا شکریہ۔ فریدی کا ناول تھا اس لیے فریدی ہی کے انداز میں پیش کیا گیا۔

ادھر کچھ دنوں سے پھر یہ فرمائش بہت زور و شور سے کی جا رہی ہے کہ فریدی اور عمران کو یکجا کر دیا جائے۔ اس کے لیے یہی مناسب ہو گا کہ آپ خود ہی انہیں یکجا کر کے اپنے طور پر کہانیاں گھڑتے رہیے! میں نے یکجا کیا تو دشواری میں پڑ جاؤں گا۔ دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف نہ ہو سکے گا۔ چونکہ مجھے دونوں ہی عزیز ہیں اس لیے میرے ہی ہاتھوں اُن کی مٹی پلید کرانے سے گریز کیجیے! اگر آپ "پلید شدہ" مٹی ہی دیکھنا چاہتے ہیں تو دوسروں کے ناول پڑھ لیجیے! بچپن سے لے کر اس وقت تک کی "پلید شدہ" مٹی آپ کے ہاتھ آ جائے گی۔

رہی کچھ نئے کردار تخلیق کرنے کی بات تو اس کی کوشش برابر جاری رہتی ہے۔ سارجنٹ نیمو اس کی واضح مثال ہے۔ آہستہ آہستہ اُبھر کر آپ کے سامنے آئے گا۔

طرح طرح کی فرمائشات آتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پنچ فرار ہو کر عمران کے پاس پہنچ جائے اور وہ اُسے بھی بھرتی کر لے اپنی فورس میں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ پنچ بھی اس پر آمادہ ہو جائے گا یا نہیں۔ وہ تو بالکل تارک الدنیا ہو گیا ہے۔ صرف پڑھتا لکھتا رہتا ہے ہو سکتا ہے کبھی کسی بہت بڑے عالم یا فلسفی کی حیثیت سے دوبارہ منصۂ شہود پر

جلوہ گر ہو — ! اس لیے اُسے عمران کے پاس نہ بھجوائیے تو بہتر ہوگا۔ عمران صاحب کا کیا ٹھیک۔۔ اگر انہوں نے اُس بیچارے کو بھی سلیمان اور گلرخ کے ساتھ باورچی خانے میں ٹھونس دیا تو کیا ہوگا۔

ایک صاحب اس پر برافروختہ ہیں کہ انہیں ”دہشت گر“ قطعی پسند نہیں آئی“ لیکن مجھے بہت پیار سے مخاطب کیا ہے۔ پیارے بھائی۔۔۔ آپ شاید صرف ”ڈزن ڈزن“ پسند کرتے ہیں یا صرف سائنس فکشن کے رسیا ہیں۔ لیکن مجھے تو اپنے ہر قسم کے پڑھنے والوں کو مطمئن کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر کتاب آپ کی پسند کی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود بھی میرا دعویٰ ہے کہ آپ میری ہر کتاب پڑھتے رہیں گے۔ خواہ آپ کو کم پسند آئے یا زیادہ پسند آئے۔۔۔ آخر کوئی بات تو ہے۔۔۔ ورنہ کبھی کا گمنامیوں کی گود میں جا سویا ہوتا۔

کچھ فرمائشات اس سلسلے میں بھی آئی ہیں کہ عمران ہی کی طرح فریدی اور حمید کے بھی کچھ سلسلہ وار ناول لکھوں! میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔ جیسے ہی کوئی ڈھنگ کا پلاٹ اُن کے شایانِ شان سُوجھ گیا، یہ فرمائش بھی پوری کردی جائے گی۔

اس بار ایک ننھے نے شکوہ کیا ہے کہ میں بچوں کے لیے کچھ نہیں لکھتا۔ جبکہ دوسرے عمران اور فریدی کے بچپن سے متعلق کہانیاں لکھ رہے ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ اگر میں نے ان کرداروں کے بچپن سے متعلق کہانیاں لکھیں تو بچوں میں دھوم مچ جائے گی۔

ننھے میاں! میری جانب توجہ کا شکریہ۔۔۔ بشرطِ فرصت آپ کی فرمائش بھی پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر خود نہ کرسکا تو اپنی نگرانی میں کسی ذہین آدمی سے لکھوانے کی کوشش کروں گا۔

والسلام
ابنِ صفی

۱۹
۱۰
۷۷

۷۸۶

دونوں لڑکیوں نے اپنی دانست میں اُسے بے حد خوفزدہ کردیا تھا۔ بار بار اس طرح اپنی گاڑی اُس کی گاڑی کے قریب کر دیتیں۔ جیسے سائیڈ مارنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنی گاڑی بچانے کی کوشش کرتا۔۔۔ کبھی کبھی کسی خوفزدہ بچے کے سے انداز میں چیخ بھی پڑتا اور لڑکیاں زور زور سے قہقہے لگاتیں۔

اس سنسان سڑک پر بڑی دیر سے یہ کھیل جاری تھا۔۔۔ ڈرائیو کرنے والی لڑکی عقب نما آئینے میں اگر کوئی گاڑی دیکھ لیتی تو رفتار کم کرکے اُسے نکل جانے کا موقع دیتی۔ اتنی دیر میں اُس گاڑی کا فاصلہ کسی قدر بڑھ جاتا جس کے ڈرائیور کو وہ حراساں کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ پھر گیئر بدل کر ایکسیلیریٹر پر دباؤ ڈالتی اور اُسے جالیتی اور وہ بیچارہ بالکل رو دینے کی سی شکل بنا کر رہ جاتا۔

امریکی وضع کی یہ خبط الحواس دیسی لڑکیاں۔ چست ترین پتلونوں اور قمیصوں میں مُلبس تھیں۔ ڈرائیو کرنے والی لڑکی کو شاید اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ اُس کی گاڑی کی سائیڈ دوسری گاڑی سے رگڑ کھا کر بدنما ہو جائے گی۔

”میرا خیال ہے کہ ذرا ہی سی دیر میں یہ رونا شروع کردے گا۔“ ڈرائیو کرنے والی ہنس کر بولی۔

”میری جان تو جل رہی ہے!“ دوسری بولی۔

”کیوں جانِ من۔!“

”اتنا ہینڈسم ہے لیکن چہرے پر کیسی حماقت طاری ہے! ذرا تصور کرو اگر اسمارٹ بھی ہوتا تو کیسا لگتا۔!“

"واقعی اتنے دلکش چہرے پر چھائی ہوئی بیوقوفی گراں گذرتی ہے۔!"

"بس تو پھر مار ہی دو ٹکر۔ نہ جیئے گا نہ جان جلائے گا۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اُسے روکا جائے۔!"

"ہائیں۔ روک کر کیا کرو گی۔!"

"دیکھیں۔ بولتا کس طرح ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"حسن اور حماقت تو دُور ہی سے نظر آ جانے والی چیزیں ہیں!... لیکن اندر سے کیا چیز ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔!"

"تو کیا تم کئی دنوں سے اس کے پیچھے ہو۔"

"نہیں صرف کل سے۔ کل میں نے اُسے ریالٹو میں دیکھا تھا۔ اپنی میز پر تنہا تھا۔ ویٹر نے اس کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور وہ سلام کا جواب دے کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اس سے نہ صرف مصافحہ کیا بلکہ شاید سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کی بھی استدعا کر ڈالی۔ ویٹر ہونقوں کی طرح اُس کی شکل دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اچانک ایسا لگا جیسے اُسے اپنی اس حماقت کا احساس ہو گیا ہو۔ شرمندہ سا ہو کر بیٹھ گیا۔"

"بس تو اسی سے اندازہ لگا لو کہ اندر سے کیا چیز ہو گا۔ روکنے اور گفتگو کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بس دل چاہتا ہے۔ ارے... یہ کیا کر رہا ہے... اس نے تو سڑک ہی چھوڑ دی۔ اُوہ میدان میں گاڑی اُتارے گیا۔ اگڈ... یہ تو بہت اچھا ہوا... اب میں اُسے رُکنے پر مجبور کر دوں گی۔"

عقب نما آئینے میں دو موٹر سائیکلیں نظر آ رہی تھیں۔ اُس نے اُن کی طرف خصوصی توجہ دیئے بغیر اپنی گاڑی بھی میدان میں اُتار دی! چونکی تو اُس وقت تھی جب اُس نے موٹر سائیکلوں کو بھی میدان کی طرف مڑتے دیکھا تھا۔

"اُوہ۔ یہ کون ہیں۔!" وہ بڑبڑائی۔

دوسری لڑکی بھی عقب نما آئینے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی "کہیں... وہی نہ ہو۔!"

"کون۔؟" ڈرائیو کرنے والی نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا!

"تین چار دن ہوئے تم نے اسی سڑک پر ایک موٹر سائیکل سوار کو بھی تو پریشان کیا تھا۔"

"اس وقت تو چار معلوم ہوتے ہیں!... اگر وہی اپنے ساتھیوں سمیت اُس دن کا انتقام لینے نکلا ہے تو آج ایک آدھ کی جان جائے گی۔ دل مضبوط رکھنا!"

"کیا کرو گی۔؟"

"ٹکر... !" اُس کے لہجے میں سفّاکی تھی۔

دوسری کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دکھائی دیئے۔ لیکن کچھ کہنے کی بجائے اُس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ دونوں کی توجہ اگلی گاڑی والے بیوقوف آدمی کی طرف سے ہٹ کر پوری طرح اُن چاروں پر مرکوز ہو گئی تھی۔ وہ گاڑی کی دونوں اطراف سے بالکل ریڈ انڈینوں کے سے انداز میں چیختے ہوئے آگے نکلے چلے گئے۔ اور کچھ دُور جا کر موٹر سائیکلیں پھر پلٹائیں۔ ان چیخوں نے ڈرائیو کرنے والی کو کسی قدر نروس کر دیا تھا۔ اُس نے پورے بریک لگائے اور دوسری لڑکی کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا... یک بیک ڈرائیو کرنے والی کو غصہ آ گیا... اور وہ انہیں کچھ دور جا کر پلٹتے دیکھتی رہی۔ دائیں جانب والی موٹر سائیکل کو دھیان میں رکھ کر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور اُس پر چڑھتی چلی گئی۔ سائیکل سوار نے شاید پہلے ہی سے اندازہ کر لیا تھا۔ بڑی صفائی سے بچ کر نکل گیا۔ بائیں جانب والی موٹر سائیکل گاڑی کے قریب سے گذرنے لگی تو پیچھے بیٹھے ہوئے لڑکے نے دوسری لڑکی کے بال پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ زور سے چیخی۔ اُس کا سر اس طرف کے دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔

ساتھی کی چیخ نے ایک بار پھر اُسے نروس کر دیا تھا اور اُس نے پورے بریک لگائے تھے۔

"نکل چلو... نکل چلو۔!" دوسری لڑکی ہانپتی ہوئی بولی۔

"تم چیخی کیوں تھیں۔!"

"میرے بال کھینچے تھے حرامزادے نے۔!"

موٹر سائیکلیں پھر پلٹ آئیں... لڑکی نے چونک کر ایکسیلیریٹر پہ دباؤ ڈالا اور گاڑی جُنبش کر کے آگے بڑھی۔ موٹر سائیکلیں اُس کی دونوں جانب چل رہی تھیں اور لڑکے گاڑی روکنے کو کہہ رہے تھے۔ لڑکی سڑک پر نکل جانا چاہتی تھی لیکن جیسے ہی اُس نے گاڑی کو سڑک کی جانب موڑنا چاہا۔ احمق آدمی کی گاڑی تیر کی طرح سیدھی اُسی کی جانب آتی دکھائی دی۔ اگر وہ بڑی پھرتی سے بریک نہ لگاتی تو ٹکراؤ لازمی تھا۔ دونوں گاڑیاں ایک فٹ کے فاصلے پر رُکی تھیں!

موٹر سائیکلیں بھی رُک گئیں اور چاروں لڑکے کود کود کر لڑکی کی کار کی طرف جھپٹے۔

"ٹھہر جاؤ... یہ کیا بیہودگی ہے!" احمق کی گاڑی سے آواز آئی ساتھ ہی وہ دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔

اُن میں سے دو گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے اور دو احمق کے سامنے تن کر کھڑے ہو گئے۔

"معزز خواتین کو چھیڑتے ہوئے شرم نہیں آتی۔!" احمق نے کہا۔

"بھاگ جاؤ۔!" ایک لڑکا ہاتھ ہلا کر بولا "ورنہ جان سے مار دیں گے۔"

اُدھر اُن دونوں نے لڑکیوں کو گاڑی سے باہر نکالنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ وہ چیخ رہی تھیں اور انہیں گالیاں دے رہی تھیں۔

احمق نے اُن دونوں کو جھکائی دے کر لڑکیوں کی گاڑی کی طرف چھلانگ لگائی اور دائیں جانب والے لڑکے کی گردن پہ ایک جچا تُلا ہاتھ رسید کیا۔

اُس کا چہرہ گاڑی سے ٹکرایا اور لڑکی کا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا... دوسری چھلانگ احمق کو گاڑی کی چھت پر لے گئی اور وہ اُس پر سے پھسلتا ہوا۔ بائیں جانب والے لڑکے پر جا گرا۔ لڑکے نے پلٹ کر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن احمق کی گرفت اتنی کمزور نہیں تھی۔ البتہ لڑکے کی قوت آزمائی نے اُس کے لیے یہ آسانی پیدا کر دی کہ وہ تین چار بار اس کا سر گاڑی کی سائیڈ سے ٹکرا دیتا... لڑکے کی قوتِ مدافعت ختم ہو گئی اور وہ بھی پٹ سے زمین پر آ گیا۔

اتنے میں بقیہ دونوں لڑکے بیک وقت احمق پر ٹوٹ پڑے۔ ایک کے ہاتھ میں لمبے پھل والا چاقو تھا۔ اور احمق کی نظروں سے پوشیدہ بھی نہیں تھا کیونکہ دونوں گاڑیوں کے ہیڈ لیمپس روشن تھے۔ اور آس پاس کی ہر چیز نظر آ رہی تھی...

ذرا سا بھی چوکتا تو چاقو کا پھل شانے میں اُترتا چلا جاتا تیزی سے زمین پر گرا اور لڑھکتا چلا گیا۔

چاقو والے نے اس پر چھلانگ لگا دی تھی اور منہ کے بل زمین پر چلا آیا تھا۔ پھر احمق کی جوابی چھلانگ نے اُسے دوبارہ اُٹھنے نہ دیا... چوتھا جو اپنے دونوں ساتھیوں کا حشر دیکھ چکا تھا۔ تیسرے کو بھی اُس کی گرفت میں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور نکلا چلا گیا۔

وہ دونوں گاڑی سے اُتر آئیں... احمق اپنے نیچے دبے ہوئے لڑکے کو ہلا ہلا کر رہا تھا" او... بھائی صاحب... یہ کیا ہو گیا تمہیں... اُٹھو اُٹھو۔ او بھائی صاحب... ارے باپ رے... یہ کیا ہو گیا۔!"

دفعتاً ایک لڑکی اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی "یہ کیا کرنے لگے۔ بھاگو یہاں سے۔!"

"کک۔ کیا؟" وہ خوفزدہ انداز میں اچھل پڑا اور بولا... "میں نہیں جانتا انہیں کیا ہو گیا ہے... اُٹھتے ہی نہیں۔ اب کیا ہو گا۔!"

"میں کہتی ہوں بھاگو یہاں سے۔!"

"کک... کک... کہاں۔" وہ آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس پر بیہوشی طاری ہو رہی ہو۔!

پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی تڑ سے گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

"لو... اور مصیبت آئی!" لڑکی بولی "ایک بھاگ گیا۔ ہو سکتا ہے اپنے اور ساتھیوں کو بلانے گیا ہو۔!"

"ہم تو نکل ہی چلیں۔ جلدی کرو...!" دوسری لڑکی بولی۔

"یہ ناممکن ہے!" ڈرائیو کرنے والی لڑکی بولی "میں اسے یہاں اس حال میں نہیں چھوڑ سکتی۔ اگر یہ مدد کو نہ آتا تو ہم کہاں ہوتے۔"

"بیوقوفی کی باتیں نہ کرو۔ بھاگو" دوسری لڑکی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

لیکن وہ اس کی طرف دھیان نہ دیتی ہوئی بولی "پہلے شاہین کی طرح جھپٹا اور آن واحد میں تین کو ڈھیر کر دیا۔ پھر کسی گیدڑ کی طرح ڈر کے مارے خود بھی بیہوش ہو گیا آخر یہ ہے کیا چیز۔"

"ہو گا کوئی چیز میں کہتی ہوں بھاگو۔ کیا تم بھی پاگل ہو گئی۔"

"جو کہہ رہی ہوں کرو... اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالیں۔!"

"یہ ڈھائی من کی لاش اُٹھے گی ہم سے۔!"

"کوشش کرتے ہیں... ٹھہرو... بغلوں میں ہاتھ دے کر گھسیٹ لے چلیں...!"

بدقت تمام اُسے وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال سکی تھیں...!"

"اب تم اس کی گاڑی میں میرے پیچھے آؤ۔" اُس نے دوسری لڑکی سے کہا۔

"لیکن لے کہاں جاؤ گی!"

"اپنے گھر۔!"

نکالی جاؤ گی گھر سے... تمہارے دادا جان بہت چڑچڑے ہیں!"

"میرے علاوہ آج کل اور کوئی ہے ہی نہیں گھر پر!"

"کہاں ہیں۔!"

"عادل آباد گئے ہیں۔ ایک عزیز کی شادی میں شرکت کرنے۔ ایک ہفتہ سے قبل واپسی نہیں ہو گی۔!"

"اور جو ملازموں نے بتا دیا...!"

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے!" وہ جھنجھلا کر بولی "چلو جاؤ بیٹھو اس کی گاڑی میں اور پیچھے پیچھے آؤ۔!"

"وہ گاڑی کی طرف بڑھی اور پھر پلٹ آئی۔

"کیوں۔ کیا بات ہے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"یہ یہاں کا نہیں معلوم ہوتا۔"

"یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔"

"گاڑی کا رجسٹریشن نمبر دیکھو...!"

"ارے ہاں...! غیر ہو گا۔ جلدی کرو۔!" اُس نے کہا اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے سڑک پر مڑیں۔ احمق پچھلی سیٹ پر بے سدھ پڑا ہوا تھا اور وہ اُسے عقب نما آئینے میں دیکھے جا رہی تھی۔ اب اُسے اُس کے چہرے پر حماقت مآبی کی بجائے بچوں کی سی معصومیت نظر آئی۔ اور وہ مسلسل اُسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ اُس نے حیرت انگیز پھرتی سے اُن چاروں پر حملہ کیا تھا۔ تین ڈھیر ہو گئے تھے اور چوتھے کو اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ دُم دبا کر بھاگ جاتا... لیکن پھر وہ اپنی اس کارکردگی سے اس درجہ خائف ہوا کہ بیہوش ہی ہو گیا۔ گویا حقیقتاً وہ ایک بزدل آدمی تھا اور اس کا وہ حیرت انگیز حملہ محض ایک اضطراری فعل کی حیثیت رکھتا تھا کچھ بھی ہو اس وقت وہ دونوں اسی کی وجہ سے بچ گئی تھیں۔ ورنہ وہ لڑکے پتا نہیں ان سے کس طرح پیش آتے۔ وہ یقیناً ایک اچھا آدمی ہے ورنہ ایسوں کی مدد کو کیوں آتا جن

کے ہاتھوں خود بھی پریشان ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک بڑی عمارت کے وسیع کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے پورچ جا رکی تھیں۔

احمق اب بھی پہلی ہی کی سی حالت میں پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ تین ملازموں کی مدد سے اُسے عمارت کے اندر پہنچایا گیا۔ اور ایک آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا... اب دونوں ہی کو فکر تھی کہ اُس کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ملازموں کے جاتے ہی انہوں نے اُس کی جامہ تلاشی لینی شروع کی... پرس میں ساڑھے تین ہزار روپے موجود تھے۔ پھر شناختی کارڈ ہاتھ لگا...

"علی عمران نام ہے۔" لڑکی طویل سانس لے کر بولی! "دارالحکومت میں رہتا ہے!"

"گاڑی کا رجسٹریشن نمبر بھی وہیں کا ہے!" دوسری لڑکی نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے اماں باوا نے اسے تنہا گھر سے کیوں نکلنے دیا!"

"ڈاکٹر کو بھی نہیں بلایا جا سکتا!" اُس نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"کیوں ...؟"

"حالات ایسے نہیں ہیں! ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی مر ہی گیا ہو۔!"

"ن۔ نہیں!" دوسری لڑکی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں...

"اور دیکھو! یہ بات یہیں ختم ہو گئی ہے۔ تم اس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کرو گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... لیکن یہ ہوش میں کیسے آئے گا...!"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے بھی تو دیتے ہیں شاید!"

"اوہ۔ مجھے تو یاد ہی نہیں آیا ٹھہرو۔!" اُس نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

دوسری لڑکی کرسی کھینچ کر بستر کے قریب بیٹھ ہی رہی تھی کہ احمق نے کروٹ لی۔ لیکن آنکھیں نہیں کھولیں۔!

وہ گلاس میں پانی لیے ہوئے واپس آئی اور چلّو سے اُس کے منہ پر چھینٹے مارنے لگی۔ احمق جھجھکا اور۔ اور اس طرح ٹانگیں چلانے لگا جیسے دوڑ لگا رہا ہو۔ پھر آنکھیں بند کیے ہی کیے چیخا... بارش... چھتری۔ سلیمان کے بچے...!"

"بارش نہیں ہو رہی اُٹھو۔!" لڑکی نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔

وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"مم... مم... میں... کہاں ہوں... آپ ککون ہیں!" بدقت بولا... چہرے پر ایسا ہی تاثر تھا جیسے اب اُٹھ کر بھاگے گا۔

"گھبراؤ نہیں سب ٹھیک ہے۔ لیٹ جاؤ...!" لڑکی بولی! "میرا نام شلّی ہے... اور یہ فوزیہ ہے!"

* * *

"بب... بڑی خوشی ہوئی۔!" اُس نے کہا اور کراہتا ہوا لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ پھر یک بیک اُچھل پڑا۔ اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "مم... میں... کچھ نہیں جانتا... پلیز... کیا آپ لوگ مجھے پولیس کے حوالے کر دیں گے... میں نہیں جانتا کہ انہیں کیا ہو گیا تھا۔ ارے باپ رے... اب کیا ہو گا۔!"

"کچھ بھی نہ ہو گا۔ بات وہیں ختم ہو گئی تھی۔ آپ اس وقت میرے گھر میں ہیں اور آپ کی گاڑی پورچ میں کھڑی ہوئی ہے۔!" شلّی نے کہا۔

"لل... لیکن... میں... مجھے کیا ہوا تھا۔"

"آپ بیہوش ہو گئے تھے۔!"

"کک... کیوں...؟"

"اس کے بارے میں آپ ہی جانتے ہوں گے۔ ہم کیا بتائیں۔!"

"وہ... وہ... مم... میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا تو بھول جائیے۔!"

"کک... کسی کو معلوم تو نہیں ہو جائے گا!"

“ہرگز نہیں۔ ہم بھی تو ملوث تھے اس معاملے میں۔ ہماری زبانوں سے کیسے نکلے گا!”

وہ کچھ نہ بولا۔ خوفزدگی نے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت میں کچھ اور اضافہ کر دیا تھا۔

“کچھ کھائیں پئیں گے آپ!” شلی نے پوچھا۔

“جی نہیں شکریہ...!”

“آپ نے اپنا نام نہیں بتایا...!”

“علی عمران۔ ایم۔ ایس سی۔ ڈی ایس سی آکسن!”

“بہت خوب!” شلی ہنس پڑی... اور اس نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

“آپ کیوں ہنسے۔!” فوزیہ نے پوچھا!

“نہ ڈگری کام آ رہی ہے اور نہ ڈاکٹریٹ...!”

“کیا مطلب۔!”

“پیاز کی آڑھت کرتا ہوں...!” وہ اٹھ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

“کمال ہے! ڈگری اور ڈاکٹریٹ گوردا سپوری تو نہیں ہے!”

“جی نہیں۔ آکسفورڈ کی ہے!” وہ بڑی سادگی سے بولا۔

“یہاں کیوں آئے تھے!”

“پیاز کی تلاش میں۔ دو ہزار ٹن... مڈل ایسٹ بھجوانی ہے!”

“بڑا کاروبار معلوم ہوتا ہے۔۔!”

“بھینسوں کی فارمنگ بھی کرتا ہوں!”

“وہ کیسے ہوتی ہے۔!”

“بس ہو جاتی ہے... بہت سیدھی ہوتی ہیں بھینسیں... فارمنگ کرا لیتی ہیں! والد صاحب پولٹری فارمنگ کرتے ہیں۔ دن بھر مرغیاں انہیں دوڑاتی رہتی ہیں۔ بھینس بیچاری تو جہاں بیٹھ گئی۔ بیٹھ گئی۔”

وہ دونوں ایک دوسری کی طرف دیکھ کر ہنس پڑیں۔ پھر شلی نے پوچھا “آخر آپ ہماری مدد کو کیوں دوڑے آئے تھے جبکہ ہم آپ کو بھی چھیڑتی رہی تھیں!”

“پتا نہیں کیوں؟... میں نہیں جانتا... لیکن جب کوئی مرد کسی عورت کو چھیڑتا ہے تو مجھے بیحد غصہ آتا ہے!”

“ہمارے چھیڑنے پر غصہ نہیں آیا تھا!”

“اچھا لگ رہا تھا۔” وہ سر جھکا کر آہستہ سے شرمیلے لہجے میں بولا۔

ان دونوں نے حیرت سے ایک دوسری کی طرف دیکھا۔ پھر شلی نے فوزیہ کو آنکھ ماری اور آہستہ سے بولی “تب تو تم مجھے اوّل درجے کے بدمعاش معلوم ہوتے ہو۔!”

“جی۔!” اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر دفعتہً چہرہ سرخ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غصہ آ گیا ہو۔

تم۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں بدمعاش نہیں ہوں... بلکہ فطرت کے قریب ہوں۔!” اس نے کہا۔

“وہ کس طرح!”

“مرد عورت کو چھیڑتا ہے تو یہ ایک غیر فطری حرکت ہوتی ہے!”

“یہ تو کوئی بات نہ ہوئی! اس کے حق میں کوئی دلیل۔!”

“دلیل یہ ہے کہ تم ان لوگوں کے چھیڑنے سے نروس بھی ہوئیں اور تمہیں غصہ بھی آیا۔ اگر وہ فطری حرکت ہوتی تو تم اس سے محظوظ ہوئی ہوتیں!”

شلی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور وہ چند لمحے خاموش رہ کر بولا “اس کے برخلاف آپ مجھے چھیڑ رہی تھیں تو بیحد مزہ آ رہا تھا... اس لیے کہ وہ عین فطرت کے مطابق تھا۔”

“تم تو کہہ رہی تھیں کہ یہ بیحد بیوقوف معلوم ہوتے ہیں!” فوزیہ نے شلی سے کہا اور ہنسنے لگی۔

“کیا۔؟” وہ اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ “یہ مجھے بیوقوف کہہ رہی تھیں۔”

“بولو... بولتی کیوں نہیں!” فوزیہ نے پھر قہقہہ لگایا۔

شلی کچھ نہ بولی۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی

“میری بدنصیبی نے پردیس میں بھی پیچھا نہ چھوڑا” دفعتاً وہ رُو ہانسا ہو کر بولا۔ “اپنے شہر میں تو سنتا ہی رہتا تھا ایسی باتیں۔”

“اُوہ ارے نہیں۔ یہ تو یونہی مذاق کر رہی تھی۔!”

“نہیں اب مجھے کچھ کچھ یقین سا ہو چلا ہے۔!”

“کس بات کا۔؟”

“اسی بات کا کہ میں واقعی بیوقوف ہوں۔!”

“ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دل چھوٹا نہ کرو، بیٹھ جاؤ۔”

وہ ٹھنڈی سانس لے کر بستر پر بیٹھ گیا! کچھ دیر بعد شلی نے کہا۔ “بات دراصل یہ ہے کہ تم نے یہ بات کسی قدر فلسفیانہ انداز میں ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔”

“کک... کون سی بات...!”

“یہی کہ اگر چھیڑ چھاڑ عورت کی طرف سے ہو تو فطری کہلائے گی!”

“غلطی ہوئی۔ معافی چاہتا ہوں... اب اجازت دیجئے۔!”

“کہاں قیام ہے۔!”

“ابھی تو گاڑی ہی میں ہے۔ سیدھا چلا آرہا تھا کہ یہ واقعہ پیش آگیا!”

“اس واقعے کو بھول جاؤ۔”

“میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں!”

“کوئی مصیبت نہیں ہے! تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں...!”

“اس سے کیا ہوگا!... پولیس کو میری انگلیوں کے نشانات مل جائیں گے!”

“کہاں مل جائیں گے؟”

“اُن کی کنپٹیوں پر۔!”

دونوں نے بیک وقت قہقہہ لگایا اور وہ ہونقوں کی طرح اُن کی شکلیں تکتا رہا۔ آخر شلی نے خود پر قابو پا کر کہا “تمہیں تو یہی پتا نہیں کہ کہاں سے انگلیوں کے نشانات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور کہاں سے نہیں! انگلیوں کے نشانات صرف ٹھوس اور سخت سطح والی چیزوں سے اُٹھائے جا سکتے ہیں۔ اگر میں تمہارے گال پر چٹکی لوں تو تمہارے گال پر میری انگلیوں کے نشان کا سراغ نہیں ملے گا۔”

“تب تو بڑی اچھی بات ہے!” وہ خوش ہو کر بولا۔ “اب مجھے بھاگ لینا چاہئے۔”

“کہاں جاؤ گے۔!”

“واپس اپنے شہر۔!”

“پھر پیاز کا کیا ہوگا۔!”

“پیاز کے لیے پھانسی پر تو نہیں چڑھ سکتا۔!”

“ضروری نہیں کہ اُن میں سے کوئی مر بھی گیا ہو۔!”

“تو پھر وہ بول کیوں نہیں رہے تھے۔!” اُس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

“تم نے بھی تو بولنا بند کر دیا تھا۔”

“جب بہت زیادہ غصہ آتا ہے تو میں بیہوش ہو جاتا ہوں... والد صاحب کا یک ناہنجار مُرغ بھی مجھے کبھی کبھی بے ہوش کر دیا کرتا ہے۔”

“مُرغ۔! بھلا وہ کیسے...!”

“دنیا کے سارے مُرغ ککڑوں کوں بولتے ہیں...! اور وہ بدبخت صرف ککڑوں ر کے رہ جاتا ہے۔”

“کیا بات ہوئی...!”

“کوئی بات ہی نہیں ہوئی!” وہ ہاتھ نچا کر بولا۔ “کیا تم صرف ککڑوں سُن کر کوں ے انتظار میں بیٹھی نہ رہ جاؤ گی۔!”

“مجھے کیا پڑی ہے۔”

“مزاج، مزاج میں فرق ہوتا ہے... میں ”کوں“ کے انتظار میں بے ہوش ہو جاتا ہوں کئی بار کوشش کر چکا ہوں کہ اس کا قصہ پاک کر دوں مگر کم بخت کسی طرح ہاتھ ہی نہیں آتا۔”

“کیا آپ مرغ ہی کی باتیں ہوں گی!” فوزیہ جھلا کر بولی۔

“مرغیاں اور بھینسیں میرا موضوع ہیں محترمہ۔!” اُس نے اکڑ کر کہا۔

“آرٹ سے دلچسپی نہیں ہے آپ کو۔!”

“آرٹ میں پکاسو موضوع ہے۔”

“شکل ہی سے ظاہر ہے!” فوزیہ منہ بنا کر بولی۔

“اوہ تو تجریدی آرٹ سے دلچسپی ہے تمہیں۔!”

“جی ہاں... بالکل ہے!”

“اچھا تو پھر اٹھو۔ تمہیں آرٹ گیلری میں لے چلتے ہیں... وہاں آج کل مونالیز کی تجرید ہو رہی ہے۔”

“مونالیزا کی تجرید...!”

“ہاں...! پکاسو نے بھی تو اپنی محبوبہ کی تجرید کر ڈالی تھی۔ میں نے اس کی کئی پورٹریٹ دیکھی ہیں!”

“اچھا۔ میں سمجھا...! لیکن مونالیزا کا تو صرف ایک ہی پہلو ہے... اس کی غیر یقین مسکراہٹ... جس کی تجرید ممکن ہی نہیں۔ نہ وہ بھینس میں سما سکتی ہے اور نہ مرغی میں

“تم آخر ہو کیا چیز۔!” شلی اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

“لک... کیا مطلب۔!”

“اوّل درجے کے جھوٹے ہو۔!”

“مم... میں نہیں سمجھا!”

“تم کہتے ہو کہ ابھی سیدھے اپنے شہر سے چلے آ رہے ہو لیکن کل میں نے تمہیں ریالٹو میں دیکھا تھا۔”

“او... ارے ہاں... شاید پرسوں سے سیدھا چلا آ رہا ہوں!” وہ شرمندہ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

“جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی!”

“بس یونہی زبان سے پھسل گیا تھا... تم لوگوں سے رشتہ تو کرنا نہیں تھا کہ تمام پرائیویٹ حالات کھول کھول کر بیان کر دیئے جاتے! اچھی بات ہے... معافی چاہتا ہوں! ساتھ ہی اجازت بھی چاہوں گا۔”

“جانے سے پہلے اپنی جیب میں رکھی ہوئی رقم چیک کر لو...”

“ارے باپ رے...!” وہ بوکھلا کر کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹولنے لگا۔ پھر پرس نکالا اور نوٹ گننے لگا! اس کے بعد پرس کے خانوں میں کچھ اور بھی تلاش کرنے لگا تھا چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

“کیا بات ہے!” شلی اسے گھورتی ہوئی بولی!

“ایک چونی بھی تھی۔!”

فوزیہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اور وہ اچھل کر بولا۔ ”یاد آ گیا۔ چونی کے چھولے کھائے تھے۔“

“چلے کہاں؟” شلی ہاتھ نچا کر بولی پھر خونخوار لہجے میں غرائی ”بیٹھ جاؤ!“

“یعنی کہ... یعنی کہ،” وہ خوفزدہ نظروں سے اُسے دیکھتا ہوا ہکلایا۔

“تم اپنی اصلیت ظاہر کئے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے!”

“اصلیت... اصلیت تو کمینوں کی ہوتی ہے... میں بالکل شریف آدمی ہوں!”

دفعتاً شلی چونک کر اُسے ایسے انداز میں دیکھنے لگی جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ پھر سرد لہجے میں بولی۔ “تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم پانچویں نہیں ہو!”

"میں نے سُنا ہے کہ پانچواں ہر دور میں گدھے کی پُشت پر رہا ہے۔ میں اکلوتا ہوں؟"
"تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے!"
"بچ کر پہنچا بھی نہیں ہوں۔ مجھ میں اب باقی ہی کیا رہا ہے!"
"کوئی بات نہیں بنا سکو گے۔ تم انہی کے ساتھی ہو۔ وہ سب کچھ محض اداکاری تھی۔

ایک فلمی قسم کی فائیٹ...!
"مقصد محترمہ۔!"
"یہی کہ تم اس وقت میری چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہو! اور میں ہی تمہیں یہاں لائی ہوں۔!"
"شکریہ!" وہ خوش ہو کر بولا۔ "اب اسی بات پر کافی کا ایک کپ ضرور چلے گا!"

"شٹ اپ۔"
وہ اس طرح مُڑ کر پیچھے دیکھنے لگا جیسے شلّی نے کسی اور کو ڈانٹا ہو۔
"میری طرف دیکھو!" وہ تلخ لہجے میں بولی۔ "ریالٹو میں تم نے وہ حرکت اسی لیے کی تھی کہ میں تمہاری طرف متوجہ ہو جاؤں۔"

"کون سی حرکت۔!"
"بس دفع ہو جاؤ!" وہ دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اگر زندگی عزیز ہے تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا!"
اُس نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا! "ذرا رہنمائی بھی فرما دیجئے! یہ میرے باپ کا گھر نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں کہاں بھٹکتا پھروں گا۔"
فوزیہ نے اُسے باہر جانے کا راستہ دکھایا تھا۔

آرٹ گیلری کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ شانے سے شانہ چھل رہا تھا۔ ساری دنیا میں شاید ہی کبھی کہیں اس نوعیت کی تصویری نمائش ہوئی ہو۔ ڈاونچی نے تو مونالیزا کا صرف ایک ہی پورٹریٹ تیار کیا تھا۔ لیکن اس آرٹ گیلری میں مونالیزا کی عمل داری تھی۔ مونالیزا کے درجنوں مختلف النوع پوز یہاں موجود تھے۔ "مونالیزا قہقہہ لگاتی ہوئی" "مونالیزا کچن میں۔" "مونالیزا کپڑوں پر استری کرتی ہوئی۔" "مونالیزا بچے کو دودھ

پلاتی ہوئی۔" "مونالیزا شوہر پہ غراتی ہوئی"۔ "مونالیزا شوہر کی جیبیں ٹٹولتی ہوئی۔" "مونالیزا اونگھتی ہوئی۔" "مونالیزا چھینکتی ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ... اُن کے ساتھ ہی تجریدی مصوری کے بھی کچھ نمونے تھے۔ اور اُن کا موضوع بھی مونالیزا ہی تھا۔
یہ سب کچھ ایک ہی مصوّر کا کارنامہ تھا۔ اور مصور بھی دیسی تھا کوئی غیر ملکی نہیں۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ اس نمائش سے قبل کبھی اُس کا نام تک نہیں سُنا گیا تھا۔ ایک ہفتہ قبل کسی کو بھی علم نہیں تھا کہ جلال آباد میں سہراب نام کا کوئی مصوّر بھی رہتا ہے... ایک ہفتے کے اندر اندر اس نمائش کی اتنی شہرت ہوئی تھی کہ اندرونِ ملک کے لوگ بھی

جلال آباد کی طرف کھنچے چلے آئے تھے۔
اس بھیڑ میں شلی اور فوزیہ بھی شامل تھیں... اور فوزیہ کہہ رہی تھی "عجیب دیوانگی ہے آخر ان تصویروں میں رکھا ہی کیا ہے۔!"
"تم احمق ہو!"
"نہیں بتاؤ۔ مونالیزا کا چہرہ بنا لینا مشکل تو نہیں۔ اصل پورٹریٹ سے نقل کیا جا سکتا ہے۔ پھر اُسے جس طرح چاہو پیش کر دو۔!"
"لیکن مصوّر کا دعویٰ ہے کہ اُس نے وہ چہرہ مونالیزا کے پورٹریٹ سے نقل نہیں کیا بلکہ وہ ماڈل ہے۔!"
"یعنی مونالیزا کی کوئی ہمشکل؟" فوزیہ نے پوچھا!

"وہ یہی کہتا ہے!"

"بکواس کرتا ہے۔ مشابہت سی مشابہت ہے! ایسا لگتا ہے جیسے چہرہ اصل سے ٹریس کیا گیا ہو۔!"

"آج شاید وہ ماڈل بھی شائقین کے سامنے پیش کرنے والا ہے۔ اسی لیے یہاں اتنی بھیڑ ہے۔!"

"یعنی وہ اُس لڑکی کو یہاں گیلری میں لائے گا!"

"ہاں کل اُس نے یہی اعلان کیا تھا۔"

بھیڑ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اور لوگ گھٹن سی محسوس کرنے لگے تھے! دفعتاً مائیکروفون سے آواز آئی "خواتین و حضرات! میں نے وعدہ کیا تھا کہ آج ان تصاویر کے ساتھ ہی آپ ماڈل کو بھی دیکھ سکیں گے۔ وہ ایک اطالوی لڑکی ہے... اور اُس کا دعویٰ ہے کہ اُس کی رگوں میں مونالیزا کا خون دوڑ رہا ہے۔ خود کو مونالیزا کی نواسی بتاتی ہے۔ لڑکی کا نام لوئیسا ہے لیکن بصد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج آپ اُسے نہ دیکھ سکیں گے! وہ کسی قدر علیل ہو گئی۔ اُمید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ اور ابھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اپنا وعدہ کب تک پورا کر سکوں گا۔"

"تو یہ وہی بول رہا تھا!" فوزیہ نے اعلان ختم ہوتے ہی پوچھا!

"اور کون ہوگا!" شلی نے کہا!

"اوّل درجے کا فراڈ معلوم ہوتا ہے!" عقب سے آواز آئی... اور وہ دونوں چونک پڑیں۔ پھر شلی نے کسی قدر ترچھی ہو کر کنکھیوں سے عقب میں دیکھا... ایم ایس سی ڈی ایس سی احمق ان سے دو فٹ کے فاصلے پر موجود تھا!

شلی کو حرارہ آگیا۔ مڑ کر بولی "تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اُسے فراڈ کہو۔!"

"مم... میں نے... کک کب کہا ہے؟" وہ ہکلایا... "یہ میرے پیچھے جو صاحب کھڑے ہیں انھوں نے فرمایا تھا۔!"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔!"

"مم... معاف کیجئے گا... میں اجنبیوں سے بے تکلّف ہونا پسند نہیں کرتا۔"

"اجنبی!" فوزیہ ہنس کر بولی "اتنی جلدی بھول گئے۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے!"

"کیا بات ہے؟" عمران نے نتھنے پھلائے

"کل ہماری ملاقات ہوئی تھی۔!"

"خواب میں ہوئی ہوگی!" اُس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور تیزی سے مڑ کر بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

"کمال ہے!" فوزیہ شلی کی طرف دیکھ کر بولی! "اُس نے ہمیں پہچاننے ہی سے انکار کر دیا!"

"میرے پلّے نہیں پڑا یہ آدمی۔!"

"تم نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ انہی چاروں کا ساتھی معلوم ہوتا ہے!"

"لیکن وہ محض خیال ہی تھا۔ اگر حقیقت ہوتی تو اتنی آسانی سے پیچھا نہ چھوڑ دیتا" شلی نے کہا۔

"تو پھر اُس نے ہمیں پہچاننے سے انکار کیوں کر دیا۔"

"ہم نے بڑا اچھا برتاؤ تھا نا اُس کے ساتھ کہ ہمیں سر پر اٹھائے پھرتا۔!"

"واقعی بڑی سرد مہری کے ساتھ تم نے اُسے گھر سے نکالا تھا۔"

"اب سوچ کر افسوس ہوتا ہے!"

"آج اخبار میں اُن چاروں کے متعلق کوئی خبر نہیں تھی!"

"خبر کیا ہوتی۔ ہوش میں آنے کے بعد وہاں سے تو دو گیارہ ہو گئے ہوں گے۔"

"لیکن یہ تو طے شدہ ہے کہ وہ تمہیں پہچانتے ہیں۔"

"پہچانتے ہوں گے۔!" شلی نے لاپرواہی سے کہا! "اگر اب کبھی مُڈبھیڑ ہو گئی تو واقعی ایک آدھ کی جان جائے گی۔!"

دفعتاً مائیکروفون جاگ اُٹھا۔ کوئی کہہ رہا تھا "خواتین و حضرات... براہ کرم آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہریں۔ گیلری کے سارے دروازے پولیس نے بند کرا دیئے ہیں... کیونکہ یہاں ایک قتل ہو گیا ہے ۔!"

"قق... قتل...!" فوزیہ ہکلائی اور بوکھلائے ہوئے انداز میں شِبلی کی طرف دیکھنے لگی۔

پوری بھیڑ میں بےچینی پھیل گئی تھی۔ لوگ اونچی آوازوں میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں آرٹ گیلری مچھلی بازار بن کر رہ گئی۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ پتا نہیں یہاں کتنی دیر لگ جائے ۔!" فوزیہ منمنائی۔

"مگر ۔ قتل کیوں؟" یہاں قتل کا کیا کام!" شِبلی نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا!

"پولیس نے دروازے کیوں بند کرا دیئے ہیں! کیا قاتل قتل کے بعد یہاں ٹھہرا ہوگا۔"

"ضابطے کی کارروائی تو ہوتی ہی ہے۔"

"مجھے ٹھیک نو بجے گھر پہنچنا تھا۔ اَب میں کیا کروں ۔!"

"دفعتاً عمران پھر دکھائی دیا۔ قریب سے گذر رہا تھا کہ شِبلی نے ہاتھ بڑھا کر اُس کا بازو پکڑ لیا...

وہ اِس طرح اُچھلا جیسے بے خیالی میں شِبلی کو پولیس سمجھا ہو!

"اوہ ـ میرے خدا..." وہ شِبلی کی طرف مڑ کر ہانپنے لگا۔

"تم بہت زیادہ خائف نظر آرہے ہو!" شِبلی نے کہا۔

"نن... نہیں... میں کیوں خائف نظر آؤں گا۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ اور فوزیہ نے کہا "اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ورنہ پولیس شبہے میں دھر لے گی!"

"تمہیں معلوم ہے کہ لاش کہاں ہے!" شِبلی نے پوچھا۔

"ٹوائیلیٹ میں ـ"

"عورت ہے یا مرد ـ"

"مرد ہے۔ آخر اُسے یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

"ظاہر ہے کہ اب وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکے گا۔"

"پہلے ہی کسی کو بتا دیا ہوتا!" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"اَب تم ہمارے ہی ساتھ رہو!"

"اس سے کیا ہوگا۔"

"تمہاری تنہائی رفع ہو جائے گی۔ اور ہمیں ایک مرد کا سہارا مل جائے گا۔"

"مم... میں ۔ ابھی مرد نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب ۔؟"

"خدا جانے ۔!" وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"کیا واقعی تم نے اُسے قتل کیا ہے!" شِبلی نے آہستہ سے پوچھا!

"مم... میں... کیوں۔"

"تم سے کیا بعید ہے۔ اُسے ٹوائیلیٹ میں دیر لگی ہو... اور تمہیں غصہ آگیا ہو۔ پھر جیسے ہی اس نے باہر نکلنے کی کوشش کی تم اُسے دھکیل کر اندر گھسے اور گلا دبا دیا۔"

"ارے بس جاؤ!" وہ ہاتھ نچا کر بولا! "اس کی کنپٹی میں سوراخ ہو گیا ہے۔"

"گولی ماری گئی ہے!"

"اور کیا ۔!"

"لیکن فائر کی آواز تو نہیں سُنی گئی ۔!"

"ارے اُس نے پستول کی نال پر وہ پھُکنی چڑھا لی ہوگی۔ جس سے آواز نہیں ہوتی... میں نے انگلش کی فلموں میں دیکھا ہے ۔!"

"پھُکنی ۔!" فوزیہ ہنس کر بولی "اُسے سائیلنسر کہتے ہیں!"

"کہتے ہوں گے!" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"تو تم نے لاش دیکھی ہے ۔!" شِبلی نے پوچھا۔

”دور سے دیکھی ہے۔!“

”آخر یہ لوگ ہمیں روکے رکھ کر کیا کریں گے۔!“

”لاش کی شناخت کرا رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک اُسے نہیں کوئی پہچان سکا!“

”ارے تو کیا وہ لاش ہمیں بھی دکھائی جائے گی؟“

”یہی ہو رہا ہے۔۔۔ دو دو آدمی ٹوائیلٹ میں لے جائے جا رہے ہیں۔ لاش دکھائی جاتی ہے۔ اور پھر انہیں باہر نکال دیا جاتا ہے۔!“

”اس طرح تو صبح ہو جائے گی۔! خاصی بھیڑ ہے!“ شلی نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

”فنونِ لطیفہ سے محظوظ ہونے کے لیے تھوڑی تکلیف بھی اُٹھانی پڑتی ہے۔ فوزیہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”شاید آپ کو فنونِ چچی جان سے دلچسپی نہیں ہے!“

”یہ کون سے فنون ہوتے ہیں!“ شلی اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

”میں بزرگوں کے نام نہیں لیتا۔“ عمران شرما کر بولا

”کیا بات ہوئی۔!“

”فنون کے ساتھ آپ جو لفظ بولی تھیں وہ میری چچی جان کا نام ہے!“

”اوہ۔۔۔ لطیفہ۔!“ فوزیہ ہنس پڑی۔!

”جی ہاں۔!“ عمران مزید جھینپ کر بولا۔

”اوہ۔۔۔ تو آپ کوئی لطیفہ سناتے وقت لوگوں سے کہتے ہوں گے کہ اب ایک چچی جان سُنیئے۔۔۔!“

”اس دشواری کی بنا پر سناتا ہی نہیں ہوں۔!“

شلی اُسے عجیب انداز میں گھورے جا رہی تھی۔ فوزیہ کے کچھ کہنے سے قبل بولی۔

”تمہارا قیام کہاں ہے۔۔۔!“

”اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں۔۔۔!“

آرٹ گیلری کے اُوپر کی تین منزلیں ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل پر مُشتمل تھیں۔ اور وہ ”ہوٹل آرٹ سرکل“ کہلاتا تھا۔

شلی عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی ”واقعی خاصے مالدار معلوم ہوتے ہو۔“

”بھینسیں نہ ہوتیں تو میں کچھ بھی نہ ہوتا۔“

”غالباً پلے بھی ہو بھینس ہی کے دودھ پر!“ فوزیہ ہنس کر بولی۔

”اس وقت میں بھینسوں کی فارمنگ نہیں کرتا تھا۔ کیا آپ نے ٹی وی پر وہ اعلان نہیں سُنا کہ اگر ماں کا دودھ میسر نہ ہو تو والد صاحب کے لیے بھینس کا انتظام کیجئے۔“

”کہاں کی اُوٹ پٹانگ ہانکنے لگے!“ شلی بولی! ”مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ باہر کیسے نکلیں۔ پولیس کا یہ طریقِ کار تو صبح کر دے گا۔“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں پولیس آفیسر کے آگے روؤں اور گڑگڑاؤں اور اسے اُس کے والدین یاد دلا کر اپیل کروں کہ تم بیچاریوں پر رحم کرے۔“

”ہم بیچاریاں نہیں ہیں!“ فوزیہ بھنّا کر بولی۔

”اچھا تو پھر میں بیماریاں کہہ دوں گا۔“

”تم حد سے بڑھ رہے ہو!“ فوزیہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں تو اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں کھسکا۔“

”اوہ۔ کیا رکھا ہے اِن باتوں میں!“ شلی نے کہا! ”ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر سوچو۔!“

”سوچ لی۔!“

”کیا سوچا۔“

”وہ جو پولیس والا صدر دروازے پر کھڑا ہے اُس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ جڑ دوں پندرہ منٹ سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔ سرکش بھینسوں کو میں اسی طرح بیہوش کیا کرتا ہوں۔“

"کیا بات ہوئی۔!"

"ارے وہ بیہوش ہو کر گرے گا۔ اور تم اُدھر ہی سے نکل جانا۔۔!"

"ہمیں بھی مصیبت میں پھنسواؤ گے۔"

"دوسری تدبیر یہ ہے کہ تم یہاں کسی کی جیب کاٹو اور میں شور مچا دوں۔۔۔۔۔ اس طرح پولیس والے خود ہی تمہیں باہر لے جائیں گے۔"

اتنی سادگی سے یہ بات کہی گئی تھی کہ دونوں ہنس پڑیں۔۔۔ اور فوزیہ نے کہا

"جان پہچان پرانی ہوتی تو میں تمہیں مار بیٹھتی۔!"

"مار بیٹھنے کے لیے مجھ سے تو اتنا انتظار نہیں ہو سکتا!" وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پھر دفعتاً اس نے پوچھا

"تمہارے پاس کوئی نوکیلی چیز ہے؟"

"کیا مطلب!" شلی کا انداز جارحانہ ہو گیا۔

"میرا مطلب کوئی ایسی نکیلی چیز جو قفل کے سوراخ میں جا سکے!"

"اس سے کیا ہو گا۔۔۔!"

"ہم لوگ نہایت خاموشی سے باہر نکل جائیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی!"

"میرے پاس ایک ایسا چاقو ہے جس میں اسکریو ڈرائیو اور کارک اسکریو بھی ہوا ہے۔۔۔!" فوزیہ نے کہا۔

"بس بس کام چل گیا۔" وہ خوش ہو کر بولا "چاقو مجھے دو۔ اور میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔"

فوزیہ نے شلی کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر بولی! "کیا حرج ہے!"

فوزیہ نے اپنے پرس سے چھوٹا سا چمکدار چاقو نکال کر عمران کے حوالے کر!

"اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ بس سیدھی میرے پیچھے چلی آنا۔" کہتا ہوا وہ ایک طرف بڑھ گیا!

وہ بھیڑ سے کٹ کر ایک سنسان راہداری میں پہنچا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ دونوں بھی اُس کے پیچھے تھیں!

پھر وہ بائیں جانب مڑا اور رُک کر بولا "تم دونوں یہاں رُک کر دیکھتی رہو کہ کوئی اِدھر آتا تو نہیں ہے۔۔! کوئی نظر آئے تو مجھے اشارہ کر دینا!"

وہ دونوں رُک گئیں اور عمران راہداری کے موڑ کے قریب ہی والے ایک دروازے کے قفل پر جھک پڑا۔

"یہ آخر کیا کر رہا ہے!" شلی بڑبڑائی "کہیں واقعی کسی بڑی دشواری میں نہ ڈال دے۔"

"بس دیکھے جاؤ۔! اپنی نوعیت کا ایک ہی آدمی معلوم ہوتا ہے!" فوزیہ ہنس کر بولی۔

اتنے میں عمران نے انہیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔ دروازہ کھول لینے میں کامیاب ہو گیا تھا! وہ قریب پہنچیں تو بولا۔

"اندر چلو۔!"

کمرے میں اندھیرا تھا۔ وہ ہچکچائیں۔ اور عمران نے کہا! "اب اگر یہاں اس حال میں دھر لیے گئے تو تینوں جیل جائیں گے۔!"

وہ بوکھلا کر کمرے میں داخل ہو گئیں۔ عمران اُن کے پیچھے تھا۔ دروازہ بند کر کے اُس نے بائیں جانب دیوار پر سُوئچ بورڈ ٹٹول کر سوئچ آن کر دیا۔ کمرے میں روشنی ہوتے ہی اُن دونوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"یہاں کیوں لے آئے ہو!" فوزیہ نے سوال کیا!

"میں جہاں بھی جاتا ہوں اپنی آنکھیں کھُلی رکھتا ہوں! یہ ہمارے آرٹسٹ مسٹر سہراب کا دفتر ہے۔!"

"تو پھر۔ اس میں آنکھیں کھُلی رکھنے کی کیا بات ہوئی!"

”اوہ۔ میرا دماغ بھی گھوم جاتا ہے! میں سمجھ رہا تھا کہ شاید بھینسوں سے مخاطب ہوں۔ واقعی یہ بات تم دونوں کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔“

آگے بڑھ کر اُس نے رائٹنگ ٹیبل کے عقب والا دروازہ کھولا۔ اِدھر بھی اندھیرا تھا۔ لیکن پھر روشنی ہو گئی!

”آگے بڑھو بھئی!“ عمران مڑ کر بولا۔

دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اُسی دروازے سے بھی گذر کر چکردار زینوں تک جا پہنچیں۔!

”یہ چور زینہ ہے!“ عمران نے کہا۔ ”اس کے ذریعے ہم کسی کے علم میں آئے بغیر ہوٹل کی پہلی منزل پر جا پہنچیں گے۔ ذرا جلدی کرو۔ ٹھہرو میں آگے چل رہا ہو

اُس نے پہلے زینے پر قدم رکھ دیا۔ اور پھر وہ اُس کی تقلید کرنے لگیں۔

زینوں کا قطر اتنا ہی تھا کہ ایک زینے پر ایک وقت میں ایک ہی آدمی کھڑ ہو سکتا تھا۔

پہلی منزل تک پہنچتے پہنچتے بُری طرح ہانپنے لگیں اُوپر پہنچ کر عمران کو ایک با پھر چاقو کا باریک سا اسکریو ڈرائیور ایک دروازے کے قفل پر آزمانا پڑا پھر درواز کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔!

اب وہ پھر ایک تنگ سی راہداری میں کھڑے تھے۔! عمران نے ایک جانب ہاتھ اُٹھا کر کہا ”یہ آگے خواتین کا ٹوائیلٹ ہے… آپ دونوں وہاں ہاتھ من دھوئیے۔ میک اپ دُرست کیجئے… اور پھر نہایت اطمینان سے رخصت ہ جائیے۔ کوئی کچھ نہ کہے گا۔!“

”اب ہم اتنی آسانی سے رخصت نہیں ہوں گی!“ شلّی مسکرا کر بولی! ”ہمیں اپنے کمرے میں لے چلو۔“

”ارے باپ رے!“ وہ پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا!

”کیا ہم سے ڈرتے ہو۔ چلو آگے بڑھو۔!“ فوزیہ اُسے دھکیلتی ہوئی بولی۔

”کہاں چلوں۔!“

”اپنے کمرے میں!“

”ایک بار پھر ارے باپ رے…!“

”چلو۔ چلو۔!“ شلّی نے بھی اُسے دھکا دیا… اور پھر وہ لفٹ کے قریب آ رُکے۔

”تیسری منزل پر کمرہ ہے۔!“ عمران بے دلی سے بولا۔

”چوتھے آسمان پر ہو تب بھی چلیں گے۔!“ شلّی نے کہا۔

”کل تو مجھ پر الزام لگایا تھا کہ میں اُنہی چاروں کا ساتھی ہوں۔“

”تمہارے رخصت ہو جانے کے فوراً بعد ہی الزام واپس لے لیا گیا تھا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”بہت اچھا!“ عمران نے بڑی سعادت مندی کے ساتھ کہا۔ لفٹ آئی دروازہ کھلا اور وہ لفٹ میں داخل ہو گئے۔!

”تیسری منزل پر پہنچ کر فوزیہ نے کہا ”کہیں مونالیزا کی نواسی بھی نہ یہیں مقیم ہو۔“

”میں نے اُسے دیکھا ہے!“ عمران بولا۔

”کہاں۔؟“ شلّی نے سوال کیا۔

”اسی ہوٹل میں وہ بھی مقیم ہے۔!“

”ہمیں بھی دکھاؤ۔!“ فوزیہ نے کہا۔

”یہ دوسری ہوئی۔ ابھی میرے کمرے میں جا رہی تھیں اب میں انہیں مونالیزا کی نواسی دکھاتا پھروں۔“

”چلو… چلو کمرے میں چلو۔!“ شلّی نے کہا۔

”وہ آگے بڑھا۔ اور پھر ایک کمرے کے دروازے پر رُک کر بولا! ”کتنی

دیر قیام فرمائیں گی۔“

”جب تک ہمارا دل چاہے گا۔!“

”تو یہ والدین کی خفگی کا اندیشہ محض دکھاوا تھا۔“

”ہم کسی سے بھی نہیں ڈرتے!“ فوزیہ اکڑ کر بولی۔

”سسرال میں ایسی مار پڑے گی کہ چوکڑی بھول جاؤ گی۔“

”فضول باتیں کرو گے تو جبڑے پر گھونسہ رسید کر دوں گی۔!“

”چلو کمرہ کھولو۔“ شلی نے اُس کے شانے پر تھپکی دی اور وہ اس طرح اُچھل پڑا جیسے شانے پر بجلی گری ہو۔

کمرہ کھول کر اندر داخل ہوا اور دیوار پر ٹٹول کر روشنی کا سوئچ آن کر دیا اور مڑ کر بڑے ادب سے بولا۔ ”تشریف لائیے۔!“

وہ کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ اور عمران نے کہا۔ ”یہاں دیواروں پر چھپکلیاں نہیں پائی جاتیں۔“

”تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو۔!“ فوزیہ پھر جھنجھلا گئی۔

”ایک ناقص العقل مرد۔۔۔!“

”باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ روم سروس کو فون کر کے ہمارے لیے کھانا منگواؤ۔!“ شلی نے کہا۔

ڈائننگ ہال میں کیوں نہ چلیں۔!“

”یہیں بیٹھیں گے!“ شلی آنکھیں نکال کر بولی۔

”جیسی تمہاری مرضی!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ ”تم لوگوں سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اگر کل میں دخل اندازی نہ کرتا تو تم نے ان میں سے ایک آدھ کو مار ہی ڈالا ہوتا۔“

”اوہو۔ تو اس لیے تم پلٹ آئے تھے۔!“

”بالکل۔ ورنہ تم دونوں پھانسی پر لٹک رہی ہوتیں۔!“

”ہمیں بچانے کے لیے نہیں آئے تھے۔!“

”ہرگز نہیں!“

”تو وہ تمہارے ساتھی تھے!“

”لاحول ولا قوۃ۔۔۔ تمہاری سمجھ میں میری بات کیوں نہیں آتی۔“

”کسی ترجمان بھینس کو پکڑ لاؤ۔“ فوزیہ ہنس کر بولی۔

”بھینس کا طعنہ مت دینا۔“ عمران اُنگلی اٹھا کر بولا۔ ”میں اس معاملے میں بیحد حساس واقع ہوا ہوں۔“

”خود بھی عقلی طور پر بھینس ہو کر رہ گئے ہو۔“

عمران اُسے غصیلے انداز میں دیکھ کر رہ گیا اور شلی بولی۔ ”منگواتے ہو کھانا یا میں مچاؤں شور!“

”ارے باپ رے۔ یہ بات۔۔۔!“

”بالکل یہی بات ہے!“ وہ فون کی طرف اُنگلی اٹھا کر بولی۔

”اچھا۔ اچھا۔!“ وہ فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”لیکن کل تم نے مجھے بھوکا پیاسا اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔“

”میں گذرے ہوئے کل کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ آئندہ کل میرے ہی گھر پر کھا لینا۔“

عمران روم سروس کو فون کر کے مینو کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔

”صرف پران اور رشین سلاد منگواؤ۔“ شلی نے کہا۔

”اور۔۔۔ تم کیا کھاؤ گی!“ عمران نے ماؤتھ پیس پر ہتھیلی رکھ کر فوزیہ سے پوچھا۔

”میں بھی۔۔۔ یہی کھاؤں گی۔!“

”لیکن افسوس میری پسندیدہ چیزیں یہاں نہیں ملتیں۔“ عمران نے کہا اور

روم سروس کو آرڈر ریلیز کرنے لگا۔

ریسیور رکھ کر واپس آیا تو فوزیہ نے پوچھا۔ ”بھلا تمہاری پسندیدہ غذا کیا ہے!“

”بیسنی روٹی اور لہسن کی چٹنی!“

”اس معاملے میں بھی بھینس ہی ثابت ہوئے!“ فوزیہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”دیکھیے! انہیں سمجھا لیجیے محترمہ چلی۔!“

”محترمہ شلی!“ شلی غرائی۔

”اوہ۔ آئی ایم سوری... مجھے نام ٹھیک سے یاد نہیں رہتے..!“

”میرا کیا نام ہے...!“ فوزیہ نے اُسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”پپ... پلٹینہ... شاید۔!“

”پلٹینہ!“ شلی ہنس پڑی۔ ”بہت خوب صورت نام ہے...!“

”میرا نام فوزیہ ہے!“ وہ پیر پٹخ کر بولی۔

”ارے تو یہ...!“ عمران دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹتا ہوا بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنے دماغ کا کیا کروں... فوزیہ پر فوج یاد آتی ہے... اور پھر دونوں گڈمڈ ہو کر پلٹن کی شکل اختیار کر لیتے۔ پھر پلٹن سے پلٹینہ... سوری مس فوزیہ!“

”اب تمہارا کیا خیال ہے!“ فوزیہ نے شلی سے پوچھا۔

”نفسیاتی کیس۔!“

”کیا۔۔“ عمران منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

”کومپلکسز اینڈ فوبیاز۔!“

”کیا۔ کیا۔ کیا...!“

”پرابلم چائلڈ بھی!“

”میں سر کے بل کھڑا ہو جاؤں گا۔!“ عمران نے دھمکی دی۔

”مالیخولیا کی ابتدائی علامت۔!“

عمران ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھ گیا اور مری مری سی آواز میں پوچھا۔

”تمہارے ڈیڈی کیا کرتے ہیں۔!“

”محکمہ خارجہ کے سیکرٹری ہیں!“ شلی نے کہا۔

”تب تو یہاں نہ رہتے ہوں گے۔!“

”ظاہر ہے کہ ان کا قیام دارالحکومت ہی میں رہتا ہو گا۔!“

”غالباً اسی لیے تم نفسیات میں پریکٹس کرنے لگی ہو۔!“

”کیا مطلب؟“

”اور آپ کے ڈیڈی!“ عمران نے اُس کی بات کا جواب دیئے بغیر فوزیہ سے پوچھا۔

”مر گئے۔!“

”الحمد للہ۔!“

”بالکل نہیں مر گئے۔!“

”خوب خوب... یعنی کہ؟“

”شاعر ہیں۔ آئے دن مرا کرتے ہیں۔!“

”سبحان اللہ۔!“

”کیا مُلّاؤں کی طرح حلق پر زور دے رہے ہو!“

”ضروری ہے... ورنہ شیطان گھس آئے گا... اور میں نہیں چاہتا کہ اس وقت شیطان یہاں آ جائے۔!“

”بالکل ہی بیک ورڈ معلوم ہوتے ہیں!“ فوزیہ نے بُرا سا منہ کر شلی سے کہا۔

کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے؟“ عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”روم سروس... جناب!“

”آ جاؤ۔!“

ویٹر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

”بس جاؤ... ہم خود ہی اپنی مدد کر لیں گے۔“ عمران نے کہا... اور ویٹر کے چلے جانے کے بعد شلی سے پوچھا۔ ”کھانے سے پہلے کچھ پیتی پلاتی بھی ہو یا نہیں!“

”میں نے یہ آزاد خیالی شراب پینے کے لیے نہیں اختیار کی۔“

”اور تم۔!“ عمران نے فوزیہ سے سوال.....

”ہماری موجودگی میں تم بھی نہیں پیو گے!“ فوزیہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”بھینسوں سے غم غلط کرنے والے پینے پلانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں نے تو تم لوگوں سے اخلاقاً پوچھ لیا تھا۔ اچھا چلو شروع کر دو۔“

کھانے کے دوران میں مونا لیزا کی نواسی کا ذکر چھڑ گیا۔ اور شلی نے کہا۔ ”اگر آج یہ واقعہ نہ ہو گیا ہوتا تو سہراب مجھے اس سے ضرور ملوا دیتا۔“

”اوہ... تو اس سے تمہاری ملاقات ہے!“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں... وہ مجھے اس سے تنہائی میں ملوانے والا تھا۔“

”اس حد تک تعلقات ہیں سہراب سے!“

”قطعی نہیں۔ اس سے صرف دو ہی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔“

”اور وہ اس حد تک چلا گیا۔!“

”یہاں ہمارا گھرانا خاص پوزیشن کا مالک ہے۔!“

”اچھا اچھا میں سمجھ گیا۔“ عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ”اسے اس کا علم نہ ہونے پائے کہ ہم اس کے دفتر میں غیر قانونی طور پر داخل ہو کر چور زینے سے اوپر آئے تھے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ شلی نے کہا۔ ”لیکن کیا اسے اس کا پتا نہ چل جائے گا۔ تم دروازہ کھلا ہی چھوڑ آئے ہو گے۔!“

”ہرگز نہیں۔ نہ دروازہ کھلا چھوڑا تھا اور نہ روشنی ہی رہنے دی تھی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکے گا۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔“

”میں تو خود کو آدمی ہی نہیں سمجھتا پھر قسم کا تعین کیسے ہو سکے گا۔!“

”بالکل ٹھیک... بھینس ہو تم... اور بھینس کی صرف دو اقسام ہیں کالی بھینس یا سفید بھینس!“ فوزیہ بولی۔

”کیا مجھے اس بات پر ہنسنا چاہیے!“ عمران نے شلی سے پوچھا!

”میں اس وقت بالکل سنجیدہ ہوں!“ جواب ملا۔

”تو پھر مجھے تمہارے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔“

”میں نے تسلیم کیا کہ تم ان چاروں کے ساتھی نہیں تھے! لیکن کیا یہ غلط ہے کہ تم ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ پھر ایک جگہ تم نے ہمیں اوور ٹیک کرنے کی کوشش کی تو مجھے غصہ آ گیا۔“

”اوور ٹیک کرنے والے کو سائیڈ نہیں مارا کرتے!“

”تو تمہیں اعتراف ہے کہ ہمارا تعاقب کر رہے تھے!“

”ہرگز نہیں! اگر اتفاقاً میری گاڑی تمہاری گاڑی کے پیچھے ہو تو اسے عمداً تعاقب نہیں کہا جا سکتا! میں جلدی میں تھا اس لیے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے چھیڑ خانی شروع کر کے میرے لیے لجانے اور شرمانے کا موقع فراہم کر دیا۔ پھر کہاں کا کام اور کہاں کی جلدی۔“

”بات حلق سے نہیں اترتی۔!“

”کھانے کے ساتھ نہیں اترے گی۔ بعد میں ٹرائی کرنا۔!“

”تم بیوقوف بھی نہیں معلوم ہوتے۔“

”قطعی نہیں! صرف تھوڑا سا جھینپا ہوا ہوں۔“

”تمہیں اس عمارت سے متعلق اتنی معلومات کیونکر حاصل ہو گئیں... میرا خیال ہے عام طور پر لوگ نہ جانتے ہوں گے کہ سہراب کے دفتر میں کوئی چور زینہ بھی

موجود ہے۔“

“سہراب کو میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب وہ پی ڈبلیو ڈی کی ٹھیکیداری کرتا تھا۔“

“میرے لیے نئی اطلاع ہے۔“

“اور آج سے ایک ہفتہ قبل کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ سہراب آرٹسٹ بھی ہے!“

“ہاں اس نمائش سے قبل میں نے کبھی اس کا نام بھی نہیں سُنا۔!“

“پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے ٹھیکیداروں سے کسی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے! لیکن یہ ہوٹل سہراب ہی کی نگرانی میں تعمیر ہوا تھا... اور اس کا نچلا حصہ جسے اب آرٹ گیلری کی شکل دے دی گئی ہے۔ پہلے صرف کار پارکنگ کے کام آتا تھا۔“

“مجھے علم ہے میں بھی یہیں کی باشندہ ہوں!“

“آپ کے ڈیڈی دارالحکومت میں تنہا کیوں رہتے ہیں!“

“ان کی مرضی۔!“

“آپ لوگ اُن کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے!“

“ہماری مرضی...!“

“خیر... میں خواہ مخواہ نجی معاملات میں ٹانگ اڑا رہا ہوں!“

“یہ بھی شاید بھینسوں ہی کی خصلت ہے!“ فوزیہ بولی۔

“جی نہیں بھینسوں سے زیادہ لاتعلق میں نے اور کسی جاندار میں نہیں دیکھی۔“

“بس اب تم لوگ بھینس کا نام مت لینا۔!“ شلی فوزیہ کی طرف دیکھ کر غرائی۔

“تو کیا تم لوگ کبھی دارالحکومت میں نہیں جاتے۔!“ عمران نے ایسے انداز میں شلی سے سوال کیا جیسے اُس کی توجہ فوزیہ کی طرف سے ہٹانا چاہتا ہو

“کیوں نہیں۔ جب بھی دل چاہتا ہے چلے جاتے ہیں... ڈیڈی سے ہمارا جھگڑا تو نہیں ہے۔ بس گرینڈ فادر دارالحکومت میں نہیں رہنا چاہتے۔ اس لیے ہمیں ان کے

ساتھ رہنا پڑتا ہے!“

“تب تو تم لوگ بہت اچھے ہو ورنہ ایک بوڑھے آدمی کے جذبات کا احترام کون کرتا ہے۔“

“ہم دادا جان کو بہت چاہتے ہیں۔“

“اچھا اب یہ بتاؤ اس وقت سہراب نے تمہیں آرٹ گیلری میں دیکھا تو نہیں تھا۔“

“میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی!“

“لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ تم سے کیا ہوا وعدہ بھولا نہ ہوگا۔“

“تم کہنا کیا چاہتے ہو!“ وہ اُسے گھور کر بولی۔

“اگر اُس نے تمہیں دیکھ لیا ہوگا تو بھیڑ ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہوگا۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ اب تم دونوں اس طرح یہاں سے روانہ ہو جاؤ کہ اُس کی نظر تم پر دوبارہ نہ پڑنے پائے۔“

“آخر کیوں؟“

“وہ اُلجھن میں پڑ جائے گا کہ آخر تم پولیس کی نظر میں آئے بغیر آرٹ گیلری سے کیوں کر نکل سکیں۔ اور یہ ایک قتل کا معاملہ ہے محترمہ شلی۔“

فوزیہ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں اور اُس نے خوفزدہ لہجے میں کہا “یہ بات تو ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“

شلی کچھ سوچ رہی تھی چونک کر بولی۔ “آخر وہ کون تھا؟ اور اُسے یہیں کیوں قتل کیا گیا؟“

“صبح اخبارات میں اس سے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور دیکھو گی!“

“لیکن ہم کس طرح باہر نکلیں کہ اُسے خبر نہ ہونے پائے!“ فوزیہ نے سوال کیا۔

“یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ جب یہ ہوٹل زیر تعمیر تھا تو مزدوروں کی چائے کے لیے میں ہی دودھ وغیرہ سپلائی کیا کرتا تھا۔“

فوزیہ اُسے عجیب نظروں سے دیکھ کر رہ گئی!

اُن کی گاڑی سڑک کے کنارے ایک نیم روشن جگہ پر کھڑی تھی ہوٹل سے نکل کر وہ اس میں آ بیٹھیں۔ عمران گاڑی تک اُن کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ لیکن ہوٹل سے اِس طرح نکال لایا تھا کہ کسی کی نظر اُن پر نہیں پڑی تھی۔

شیلی نے گاڑی اسٹارٹ کی اور فوزیہ نے کہا ”اب مجھے پرنس اسٹریٹ میں اُتار دینا وہاں سے گھر چلی جاؤں گی۔!“

”گھر ہی پر کیوں نہ اُتار دوں!“

”نہیں ذرا ایک کام ہے۔“

”تمہاری مرضی۔ لیکن یہ شام بُری طرح تباہ ہوئی۔!“

”اور اگر وہ بیچارہ مدد نہ کرتا تو ہم کہیں کے نہ رہتے۔“ فوزیہ نے کہا۔

”یہ آدمی ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

”سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا۔ لیکن بُرا آدمی نہیں معلوم ہوتا!“ فوزیہ بولی۔

”اُس نے سہراب سے متعلق اِتنے سوالات مجھ سے کیوں کر ڈالے تھے!“

”خدا جانے۔ یہ بات میرے پلے بھی نہیں پڑی... اُوہ... اِدھر کہاں! میں نے کہا تھا کہ مجھے پرنس اسٹریٹ میں اُتار دینا۔“

”اوہ۔ اچھا۔!“

”کس الجھن میں ہو!“ فوزیہ اُسے کنکھیوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”قتل۔!“ وہ کون تھا جو اس طرح قتل کر دیا گیا۔ اور کیوں؟“

”تم اپنا سر نہ کھپاؤ۔ پولیس پر قوم کی خاصی رقم صرف ہوتی ہے۔“

”ہاں... تمہیں کس جگہ اُتاروں۔ پرنس اسٹریٹ آ گئی...!“

”بس وہ سامنے ڈرگ اسٹور کے قریب!“

شیلی نے گاڑی فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کر دی...

”تم تو گھر ہی جاؤ گی!“ فوزیہ نے پوچھا۔

”ظاہر ہے!“

فوزیہ اُتری اور گاڑی آگے بڑھ گئی پھر جیسے ہی وہ اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہوئی فوزیہ نے ڈرگ اسٹور کی جانب قدم بڑھائے۔ اور کاؤنٹر پر پہنچ کر سیلزمین سے ٹیلیفون کرنے کی اجازت چاہی۔

اُس نے فون اُس کی طرف کھسکا دیا۔ فوزیہ نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولی ”اِٹ اِز فوزیہ... اسہراب سے ملاؤ۔“

”ٹھہریئے... کوشش کرتا ہوں... وہ ایک دشواری میں پڑ گئے ہیں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”مجھے دشواری کا علم ہے۔ اِس کے باوجود ان سے رابطہ ضروری ہے!“

”بہتر ہے۔ ہولڈ آن کیجئے۔!“

تھوڑی دیر بعد آواز آئی ”ہیلو فوزیہ... تم کہاں سے بول رہی ہو۔ میں نے تم لوگوں کو یہاں سے نکلتے نہیں دیکھا۔“

”تمہارے آفس میں داخل ہو کر پہلی منزل پر پہنچ گئے تھے!“

”کیا مطلب۔!“

”پوری بات سنو۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ تمہارے آفس میں داخل ہو کر یہ امر ممکن ہو جائے گا۔ لیکن جس نے یہ تدبیر بتائی تھی وہ کمرہ نمبر بانوے میں مقیم ہے۔ اسی نے تمہارے آفس کا قفل کھولا تھا۔“

”کمرہ بانوے میں میرا کوئی شناسا مقیم نہیں ہے!“

”لیکن اُس کے قول کے مطابق تم اُس کے لیے اجنبی نہیں ہو۔ تمہیں اُس

وقت سے جانتا ہے جب تم پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں ٹھیکیداری کرتے تھے!"

"نام بتاؤ!"

"علی عمران۔!"

"میرے لیے بالکل اجنبی ہے!"

"اور دوسری بات جس نے پچھلی رات ہمیں اُن غنڈوں سے بچایا تھا۔ وہی تھا۔"

"بڑی عجیب باتیں کر رہی ہو۔ خیر میں دیکھتا ہوں!"

"ٹوائیلیٹ میں پایا جانے والا کون ہے۔!"

"بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔ اس کی وجہ سے آج کی رات تباہ ہو گی۔!"

"وہ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ آج تم جس کے درشن کرلنے والے تھے وہ اس کی جائے قیام سے بھی واقف ہے!"

"اوہ اچھا۔!" کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا!

کال کا معاوضہ ادا کر کے مڑی تو اپنے پیچھے ایک آدمی کو کھڑا پایا شاید وہ بھی فون کرنا چاہتا تھا۔

وہ فٹ پاتھ پر آ کھڑی ہوئی... دور دور تک کوئی ٹیکسی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

دفعتہً ایک گاڑی اُس کے قریب ہی آ رُکی جسے ایک سفید فام غیر ملکی عورت ڈرائیو کر رہی تھی۔

"کیا لفٹ چاہیئے۔!" اُس نے فوزیہ سے پوچھا! "کدھر جانا ہے!"

"ذرا تغلق روڈ تک۔!"

"اوہو۔ اُدھر سے تو ہمیں گزرنا ہی ہے! تمہیں ڈراپ کر دوں گی!"

"بہت بہت شکریہ!" کہہ کر فوزیہ نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اُس

کے برابر بیٹھ گئی!

"بس دو منٹ لگیں گے۔! میرا آدمی ڈرگ اسٹور سے کچھ دوائیں خرید رہا ہے!"

"کوئی بات نہیں!"

"آج شہر کچھ ویران ویران سا لگ رہا ہے!" غیر ملکی عورت بولی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ موسم کی خرابی کا اثر ہے!" فوزیہ بولی "کیا تم آسٹریلین ہو!"

"اب تو میں یہیں کی شہری ہوں! کیونکہ میرا آدمی یہیں کا باشندہ ہے!"

فوزیہ کچھ کہنے والی تھی کہ وہی آدمی گاڑی کے پاس آ کھڑا ہوا جسے ذرا ہی دیر پہلے ڈرگ اسٹور میں دیکھ چکی تھی۔

"ڈارلنگ۔ انہیں لفٹ دی ہے... تم پیچھے بیٹھ جاؤ!" غیر ملکی عورت نے اُس سے کہا۔

"اچھا... اچھا!" کہتا ہوا وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔

فوزیہ خاموش بیٹھی رہی۔ غیر ملکی عورت بھی اب کچھ نہیں بول رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فوزیہ نے محسوس کیا کہ گاڑی تغلق روڈ کی طرف نہیں جا رہی۔

"غالباً تمہیں راستے کا اندازہ نہیں ہے!" اس نے غیر ملکی عورت سے کہا۔

"اندازہ تو ہے۔ لیکن تم وہاں نہیں جا رہیں جہاں جانا چاہتی تھیں!"

"کک... کیا مطلب...!" وہ ہکلائی اور ٹھیک اسی وقت کوئی ٹھنڈی سی چیز اُس کی گردن سے آ لگی۔

"یہ ریوالور کی نال ہے محترمہ!" عقب سے مرد کی آواز آئی۔ ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ فوزیہ کے سارے جسم سے پھوٹ پڑا۔

"مم... لیکن کیوں؟" بدقت اُس کی زبان سے نکل سکا۔

"وقتی ضرورت۔! اگر تم ہم سے تعاون کرتی رہیں تو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا..."

"کک.. کیسا تعاون۔!"

"بس خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتی رہو۔ اگر شور مچانے کی کوشش کی تو ٹریگر دبا دوں گا۔!"

فوزیہ کچھ نہ بولی۔ بات آہستہ آہستہ اُس کی سمجھ میں آتی جارہی تھی۔ شاید ان دونوں نے ان کا تعاقب ہوٹل کے قریب ہی سے شروع کردیا تھا اور اس شخص نے ڈرگ اسٹور میں اس کی وہ ساری گفتگو سن لی تھی جو اُس نے فون پر صہراب سے کی تھی۔ لیکن اب کیا ہوگا۔!

تھوڑی دیر بعد گاڑی شہر سے باہر نکل آئی۔ اور فوزیہ کا دل حلق میں دھڑکنے لگا۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے۔ پچھلی شب بھی اتنی خوفزدہ نہیں تھی۔ جب اُن وحشت زدہ لڑکوں نے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ ریوالور کی نال بدستور گردن سے لگی رہی۔۔۔!

دل مضبوط کرنے کی کوشش بھی جاری تھی۔ آخر اُس نے کچھ دیر بعد خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا "آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!"

"فی الحال تمہیں ایک جگہ لے جانا ہے۔ کیوں لے جانا ہے۔ اس کا علم مجھے نہیں ہے!"
گویا کسی اور کے حکم کے تابع ہو۔"

"ایسی ہی بات ہے۔ میں نے کہا تھا کہ تمہیں یہ سفر خاموشی سے طے کرنا ہے!" مرد نے کہا اور ساتھ ہی گردن پر ریوالور کا دباؤ مزید بڑھ گیا! غیر ملکی عورت لاتعلقی سے ڈرائیو کرتی رہی۔

فوزیہ نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ گاڑی سڑک چھوڑ کر کچے میں چل رہی تھی۔۔۔ اس لیے خاصے جھٹکے لگ رہے تھے۔ فوزیہ کا دم نکلا جارہا تھا۔ کہیں ایسے میں بے ارادہ ٹریگر نہ دب جائے۔ ریوالور اب بھی گردن ہی پر رکھا ہوا تھا۔۔۔

اُس نے جی کڑا کر کے کہا "ریوالور ہٹا لو۔ اگر میں نے اس ویرانے میں شور بھی مچایا تو مجھے اُس سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔!"

"بات معقول ہے!" کہہ کر مرد نے ریوالور کی نال اُس کی گردن سے ہٹالی۔

آخر یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے۔ فوزیہ مسلسل سوچے جارہی تھی۔ کیا وہ احمق کوئی اہم شخصیت ہے!۔۔۔ کہیں یہ اُسی کے گرگے تو نہیں! ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی ڈرگ اسٹور میں دیر سے اس کے پیچھے کھڑا رہا ہو۔ اور اُس نے وہ ساری باتیں سُن لی ہوں جو اُس نے فون پر صہراب سے کی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ احمق ہی کی کہانی اسے سُنا رہی تھی۔!

دفعتہً گاڑی جھٹکے کے ساتھ رک گئی! ہیڈ لیمپس کی روشنی ایک چھوٹے سے کچے مکان پر پڑ رہی تھی! غیر ملکی عورت نے روشنی بجھا کر انجن بند کردیا اور مرد نے فوزیہ سے کہا! "نیچے اُترو۔!"

"آخر کیوں؟ تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" فوزیہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"اگر مجھے علم ہوتا تو پہلے ہی بتا دیتا۔"

"کیا بتا دیتے۔!"

"یہی کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔ ویسے فی الحال اتنی گذارش ہے کہ میرے کہنے کے مطابق عمل کرتی رہو۔ ورنہ بڑے خسارے میں رہو گی۔ گاڑی سے اُتر کر اندر چلو۔!"

"اندر کون ہے؟"

"تم خواہ مخواہ بات بڑھا رہی ہو۔"

دفعتہً ایک اور گاڑی بھی اُدھر ہی آتی دکھائی دی۔ اور فوزیہ زور سے چیخی

"بچاؤ۔۔۔ بچاؤ۔"

گاڑی قریب ہی آرکی اور اُس کے اندر سے آواز آئی "یہ کہاں کہاں اور کس کس طرح بچاتا پھروں۔۔۔ تم نے تو اُلجھنیں پیدا کرنے کی قسم کھا رکھی ہے!"

آواز اسی احمق کی تھی۔ ایک بار پھر فوزیہ کا دل ڈوبنے لگا۔۔۔ وہ گاڑی سے اُترتا دکھائی دیا۔ اندھیرے میں شکل تو نظر نہیں آئی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے!" وہ دل کڑا کر کے بولی۔

"مجھ سے پوچھ رہی ہو۔؟"

"محترمہ... ! میں نے کہا تھا کہ گاڑی سے اتر آیئے!" دوسرے آدمی نے کہا۔

لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آخر اُس نے دروازہ کھولا اور غیر ملکی عورت نے اُسے گاڑی سے باہر دھکیل دیا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے!" وہ زمین پر گر کر چیخی اور ٹھیک اُسی وقت غیر ملکی عورت نے اُس پر چھلانگ لگائی... وہ پھر چیخی... اور غیر ملکی عورت کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہٹ جاؤ!" عمران بولا! "اب وہ ہدایات پر عمل کرے گی۔!"

غیر ملکی عورت اُسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔ فوزیہ بدحواس ہو گئی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا... بہر حال اُٹھ کر اُن کے ساتھ اُس کچے مکان میں جانا ہی پڑا تھا۔

یہاں ایک بڑے کمرے میں دو کیروسین روشن تھے اور ایک دیہاتی وضع کا آدمی ایک گوشے میں بیٹھا اُونگھ رہا تھا۔ ان کی آہٹ پر وہ چونکا اور اُٹھ کر باہر چلا گیا!

"اوہ۔ یہ کیا ہوا ہے!" غیر ملکی عورت کہہ کر عمران کی طرف جھپٹی فوزیہ بھی متوجہ ہو گئی۔ اُس نے عمران کے کوٹ کی بائیں آستین پر خون کے دھبے دیکھے!

"فکر نہ کرو سب ٹھیک ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ اور فوزیہ کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر ایک مونڈھے کی طرف اشارہ کر کے بولا "بیٹھ جاؤ"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ میرے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیوں کیا جا رہا ہے" فوزیہ ڈھٹائی سے بولی۔ نہ جانے کیوں عمران کی شکل دیکھتے ہی ذہن پر چھائی ہوئی سراسیمگی کافور ہو گئی تھی۔

عمران نے اپنا کوٹ اُتارا... قمیض کی آستین پوری کی پوری خون میں ڈوبی ہوئی تھی!

غیر ملکی عورت پھر اُس کی طرف جھپٹی! لیکن عمران داہنا ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"ٹھہر جاؤ... اسے بعد میں دیکھیں گے!"

"فضول باتیں نہ کرو... مجھے زخم دیکھنے دو۔ گولی لگی ہے کیا؟"

"چاقو... ! ہاں تو محترمہ فوزیہ... سہراب نے واقعی بڑی پھرتی دکھائی۔ مجھ تنہا کے لیے تین آدمی بھیجے تھے۔ تین چاقو باز..."

"م۔... میں... لک... کیا جانوں۔!" فوزیہ ہکلائی۔

"سہراب سے شلی کو تمہی نے متعارف کرایا تھا۔"

"نہیں۔ قطعی نہیں... وہ خود ہی ملی تھی۔ میں تو جانتی ہی نہیں سہراب کو!"

"آگ سے کھیل رہی ہو!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"دفعتہً غیر ملکی عورت نے غصیلے لہجے میں کہا "جہنم میں جائے سب کچھ مجھے زخم دیکھنے دو۔!"

"جولیا۔ پلیز۔!" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا! "یہ لڑکی اپنے ایک بہت بڑے خسارے سے لاعلم ہے۔ مجھے اس پر رحم آرہا ہے!"

"تنویر... !" جولیا نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا "گاڑی سے فرسٹ ایڈ باکس نکال لاؤ۔"

گاڑی کی کنجی وہ اُسے تھما کر عمران کی طرف بڑھی اور آستین کا بٹن کھول کر اُسے آہستہ آہستہ اُوپر سرکانے لگی۔ عمران کی نظر فوزیہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔ اور فوزیہ شاید اپنے کسی خسارے کے حوالے پر مجسم سوال بن گئی تھی۔

جولیا نے بالآخر عمران کی آستین ہی پھاڑ دی... اور فوزیہ کو اُس کے بائیں بازو کا زخم دور ہی سے نظر آگیا... اور اُس نے بوکھلا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"زخم گہرا ہے!" جولیا نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ لیکن عمران سُنی ان سُنی کر کے فوزیہ سے بولا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ آرٹ گیلری میں قتل کیا جانے والا کون تھا۔"

"مم - میں کیا جانوں - !"

"تم نے لاش نہیں دیکھی ... لیکن تم اُسے جانتی ہو .... !" عمران نے کہا ...

اتنے میں نیمو واپس آگیا۔ اُس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔

"چلو ادھر بیٹھ جاؤ ... !" جولیا عمران کو ایک مونڈھے کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔

اس بار عمران کچھ نہ بولا۔ چپ چاپ جولیا کی ہدایات پر عمل کرتا رہا۔

فوزیہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہی۔ عمران کے رویے نے اُس کا اعصابی تناؤ کم کر دیا تھا۔ اور اُس کی خواہش تھی کہ وہ جو کچھ بھی کہنا چاہتا ہے جلدی سے کہہ ڈالے۔

جولیا اسپرٹ سے اُس کا زخم صاف کرنے لگی تھی اور وہ طرح طرح کے منہ بنا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر فوزیہ کو مخاطب کیا۔

"مجھے اُمید ہے کہ سہراب کے اُن تینوں چاقو بازوں میں سے ایک ضرور ختم ہو چکا ہو گا!"

"لل ... لیکن تم اس کی بات کر رہے تھے ... جو قتل کر دیا گیا ہے - !"

"ہاں! میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم اُسے جانتی ہو - !"

"جانتی ہوں تو۔ بتاتے کیوں نہیں !" وہ کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔

"لو سُن کر کلیجہ پھٹ جائے گا ... اور تم مر جاؤ گی - "

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں تم لوگ مجھے یہاں دھوکے سے لائے ہو۔ اس کے لیے تمہیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔"

"میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی گہرا صدمہ پہنچے لیکن آخر کب تک اسے چھپایا جا سکے گا۔ اچھا تو دل مضبوط کر کے سُنو ... وہ تمہارے کزن صمد نظامی کی لاش تھی - !

"نہیں - " فوزیہ بے تابانہ انداز میں چیخی!

"یقین کرو ... !"

"تت ... تم ... اُسے کیا جانو ... !"

"پچھلے ایک ماہ سے میں سہراب ہی کی فکر میں گھلتا رہا ہوں اس لیے اُس سے تعلق رکھنے والے ہر فرد سے واقف ہوں!"

"لیکن ... صص ... صمد ... !"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ صمد کا سہراب سے کوئی تعلق نہیں تھا ... لیکن تم سے تو تھا!"

فوزیہ کا چہرہ زرد پڑ گیا ... اور آنکھوں سے ایسا لگتا تھا جیسے اب کھڑے رہنے کی تاب نہ رہ گئی ہو۔

"اِنہیں سہارا دے کر مونڈھے پر بٹھا دو!" عمران نیمو سے بولا۔

"نہیں۔ ٹھیک ہے!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ میں خود بیٹھ جاؤں گی"

پھر وہ لڑکھڑاتی ہوئی مونڈھے کی طرف بڑھی لیکن بیٹھتے وقت فرش پر لڑھک گئی۔

"اسے دیکھو - !" عمران نے جولیا سے کہا جو اُس کے زخم کی ڈریسنگ کر رہی تھی ...

"جہنم میں جائے مجھے بینڈیج کرنے دو - !"

"بے ہوش ہو گئی ہے!" عمران نے کہا!

"مر جانے دو - !"

"اسی کی بدولت اس حشر کو پہنچے ہیں جناب!" سارجنٹ نیمو نے کہا -

"میں نہیں سمجھی!"

"اسی نے فون پر نشاندہی کی تھی کہ مسٹر عمران کس کمرے میں مقیم ہیں -"

"اوہ - !" جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی -

وہ بینڈیج کر چکی تھی۔ عمران نے خود اٹھ کر فوزیہ کو اُٹھانا چاہا -

"ٹھہرو - !" جولیا قہر آلود لہجے میں بولی "وزن اُٹھانے سے دوبارہ خون جاری ہو جائے گا۔"

پھر اُس نے نیمو کی مدد سے اُسے فرش سے اُٹھا کر تخت پر لٹا دیا -

"آخر وہ کون تھا جس کے لیے یہ بیہوش ہو گئی ہے!" نیمو نے عمران سے پوچھا -

”اس کا منگیتر اور محبوب... عم زاد بھی تھا۔!“

”تو وہ دونوں ہی سہراب کے لیے کام کر رہے تھے!“

”نہیں صرف فوزیہ۔! اس کے منگیتر کو تو اس پر شبہ ہو گیا تھا اور وہ اس کے میں لائے بغیر اس کے اور سہراب کے تعلقات کے بارے میں چھان بین کر رہا تھا۔ لہٰذا سہراب نے اُسے وہیں آرٹ گیلری میں ختم کرا دیا۔ لیکن یہ ابھی محض قیاس ہے ویسے اس پر یقین ہے کہ صمد کا سہراب سے کوئی تعلق نہیں تھا!“

”اب اس کا کیا ہو گا؟“ جولیا نے سوال کیا۔

”فی الحال اس کی واپسی ناممکن ہے۔“

”کیا مطلب۔!“

”یہ ہماری تحویل میں رہے گی!“

جولیا بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی... اور عمران اُٹھتا ہوا بولا۔ صفدر اور صدیقی کو فی الحال آرام کرنے دو۔ لیکن اُن کی ضرورت بھی جلد ہی پڑ سکتی ہے۔ بہرحال میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔“

”لیکن تم چلے کہاں!“

”مجھے تم لوگوں کی تحویل میں نہیں رہنا۔ اسے وہیں لے جاؤ... اور ہوش آنے پر اس سے نہ کسی قسم کی پوچھ گچھ کرنا اور نہ اس کے کسی سوال کا جواب دینا۔!“

”میں نے پوچھا تھا کہ اب تم کہاں جاؤ گے۔!“

”پہلے ہسپتال... پھر اور کہیں۔!“ کہتا ہوا عمران باہر نکل گیا

شلی بے خبر سو رہی تھی۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی، اور اُس نے کروٹ لے کر دوبارہ

سو جانے کے لیے کان پر تکیہ رکھ لیا۔ لیکن فون کی گھنٹی بجتی ہی رہی بالآخر جھلا کر اُٹھی گھڑی پر نظر ڈالی۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اُٹھایا۔

دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی ”کون صاحبہ ہیں۔“

”شلی۔!“ وہ ماؤتھ پیس میں غرائی...

”باجی... میں رابعہ ہوں۔ کیا فوزیہ باجی آپ کے ساتھ ہیں!“

”نہیں تو۔!“ شلی چونک کر بولی۔

”خدا جانے کہاں ہیں!“ دوسری طرف سے روہانسی سی آواز آئی ”ساری رات گذر گئی۔!“

”کیا وہ گھر پہنچی ہی نہیں! میں نے نو بجے اُسے پرنس اسٹریٹ میں اُتارا تھا۔“

”وہ کہاں اُتری تھیں۔!“

”یہ تو یاد نہیں! اُس نے کہا تھا کہ اُسے کوئی کام ہے۔ اُس سے نپٹنے کے بعد وہ خود ہی گھر چلی جائے گی۔“

”وہ اب تک نہیں آئیں... ہر جگہ معلوم کر لیا۔ کہیں سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔“

”حیرت ہے“

”اُب کہیں اور دیکھتے ہیں!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

شلی کی نیند غائب ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی دوسری ملنے جلنے والیوں کے نمبر ڈائیل کر کر کے فوزیہ کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ لیکن کوئی کچھ نہ بتا سکی!...

اس کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر ناشتے کی میز پر اخبار دیکھ کر پچھلی رات والا قتل یاد آیا جس کی بنا پر انہیں چوروں کی طرف آرٹ گیلری سے فرار ہونا پڑا تھا۔ جھپٹ کر اخبار اُٹھایا۔ آرٹ گیلری والے قتل کی خبر پہلے ہی صفحے پر نظر آئی اور مقتول کی تصویر دیکھ کر تو شاید وہ کچھ دیر کے لیے اپنے حواس ہی کھو بیٹھی تھی۔ وہ صمد نظامی

کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ صمد نظامی ـ ! فوزیہ کا کزن اور منگیتر۔ جسے فوزیہ بےحد چاہتی تھی۔ خبر کے مطابق آرٹ گیلری میں موجود کوئی فرد بھی لاش کو شناخت نہیں کر سکا تھا۔ لہٰذا تصویر کا کلوز اپ اسی لیے شائع کیا گیا تھا کہ لاش کی شناخت ہو سکے۔

اس خبر کے نیچے دوسری خبر نظر آئی۔ یہ آرٹ گیلری کے اوپر والے ہوٹل سے متعلق تھی! کمرہ نمبر بانوے میں بھی ایک لاش پائی گئی تھی۔ جس کے عین دل کے مقام پر چاقو سے وار کیا گیا تھا۔ اُس لاش کی شناخت ہو گئی تھی۔ شہر کے ایک دس نمبری بدمعاش فرازے کی لاش تھی۔ لیکن اُس شخص کا سراغ نہیں مل سکا تھا جو اُس کمرے میں مقیم تھا۔ ہوٹل کے رجسٹر میں اُس کا نام مرزا طاہر بیگ درج تھا۔ لیکن حُلیہ عمران پر فٹ ہوتا تھا۔ تو کیا اُس نے ہوٹل کا کمرہ غلط نام سے حاصل کیا تھا؟ لیکن کیوں! آخر وہ تھا کون؟ شلی کا ذہن اُلجھتا ہی چلا گیا۔ اگر واقعی کوئی اچھا آدمی تھا تو اس کے کمرے میں لاش کیوں پائی گئی اور خود غائب کیوں ہو گیا۔ کہیں صمد نظامی کا قاتل بھی خود وہی نہ رہا ہو... خدا کی پناہ! صمد نظامی قتل کر دیا گیا۔ اور فوزیہ غائب ہو گئی... یہ کیا ہو رہا ہے؟

پوری خبر پڑھے بغیر وہ سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد چونک کر خبر کا بقیہ حصہ دیکھنے لگی... اور پھر دفعتاً اُس کانوں میں سیٹیاں بجنے لگی تھیں۔ کیونکہ اب خبر کے اس مرحلے میں تھی جہاں اس کا اور فوزیہ کا ذکر بھی موجود تھا۔ روم نمبر ۹۲ میں اُن کے لیے کھانا لانے والے ویٹر نے ان دونوں کے بارے میں بھی پولیس کو بتایا تھا اور اُن کے حُلیے بھی درج کرائے تھے...

اب کیا ہو گا اگر پولیس اُس تک پہنچ گئی۔ کتنی بدنامی ہو گی۔ اور پھر اُس سے فوزیہ کے بارے میں بھی استفسار کیا جائے گا... وہ کیا بتلائے گی کہ وہ کہاں اور کیوں غائب ہو گئی...!

”تم ناشتہ کیوں نہیں کر رہیں بے بی...“ خانساماں نے کہا۔

”اوہ...!“ وہ چونک کر بولی! ”پتہ نہیں کیوں؟ بالکل خواہش نہیں ہے!“

”طبیعت تو ٹھیک ہے...!“

”پتا نہیں۔“

”کارن فلیک ہی لے لو تھوڑا سا...“

”نہیں بھئی!“ وہ اُٹھتی ہوئی بولی... شلی ڈرپوک نہیں تھی۔ لیکن پولیس کا معاملہ! جگ ہنسائی... باپ کی پوزیشن کا خیال۔

سڑکوں پر چھیڑ چھاڑ کرتے چلنا اور بات تھی... فطرتاً بُری لڑکی نہیں تھی۔ البتہ مزاج میں ضد کا عنصر غالب تھا۔ اگر لڑکے چھیڑ سکتے تھے لڑکیوں کو... تو لڑکیاں کیوں پیچھے رہیں اور وہ چھیڑتی کب تھی۔ وہ تو انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

لیکن اب کیا ہو گا... وہ سوچتی اور اُلجھتی رہی۔ اگر کسی نے اس کی اور فوزیہ کی صحیح نشاندہی کر دی تو کیا ہو گا... دادا جان تو زندہ ہی دفن کر دیں گے... وہ اس کی آزادروی کے پہلے ہی سے مخالف تھے۔ لیکن ان کی لاڈلی بھی تو تھی۔ اس لیے برداشت کر رہے تھے۔

دفعتاً ایک ملازم نے ڈائننگ روم میں داخل ہو کر اطلاع دی کہ اُس کی خواب گاہ والے فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ وہ مضطربانہ انداز میں اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑی عجیب سی ہچکچاہٹ کے ساتھ اُس نے فون کا ریسیور کریڈل سے اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں بولی ”شلی اسپیکنگ“۔

”گڈ...“ دوسری طرف آواز آئی۔

”کون...“ شلی غرائی

”جب سے پیدا ہوا ہوں کسی نہ کسی طرح ملک و قوم کے کام آتا رہا ہوں لہٰذا ایک عدد نغمہ عرض ہے۔

احمقوں کی طرح ایک اک کی شکل تک رہا ہوں میں
کبھی اِدھر کبھی اُدھر نہ جانے کیوں بھٹک رہا ہوں میں

“اُوہ... سمجھی ۔ !” وہ دانت پیس کر رہ گئی پھر بولی “تو یہ تم ہو...!”

“اور بے حد پریشان ہوں کہ اب تم کیا کرو گی۔ اسی لیے میں تم دونوں کو اپنے کمرے میں نہیں لے جانا چاہتا تھا”

“لی... لیکن یہ ہوا کیا...!”

“غنڈہ گردی... اچھا بھلا بیٹھا ہوا تھا کہ تین بدمعاش چاقو سنبھالے ہوئے گھس آئے۔ بس پھر جلدی میں ایک کا کام ہی بن سکا۔!”

“تم آخر ہو کون... اور یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے... فوزیہ رات سے غائب ہے!”

“میں نے اُسے پرنس اسٹریٹ میں اُتارا تھا۔”

“گھر ہی پر کیوں نہیں چھوڑا تھا”

“اُسے وہاں کوئی کام تھا۔ مجھ پر نہیں ظاہر کرنا چاہتی تھی”

“میں نے یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ اگر تم اپنی اصل وضع قطع پر آجاؤ تو تمہیں وہ بھی نہ پہچان سکے گا جس نے میرے کمرے میں تمہیں دیکھا تھا۔”

“کیا کہنا چاہتے ہو۔”

“پتلون اور بش شرٹ ترک کر کے شلوار قمیض میں آجاؤ۔ ہیر اسٹائل بدلو... یعنی بیچ کی مانگ اور چوٹی۔ سر پر دوپٹہ بھی ڈالے رہو تو کیا بات ہے۔ باؤن کی ہلمین جو میں نے تمہاری کمپاؤنڈ میں کھڑی دیکھی تھی ڈرائیو کرو۔”

“دادا جان کی گاڑی ہے کسی کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتے۔”

“بہرحال وہ گاڑی ہرگز استعمال نہ کرنا جسے اب تک چلاتی رہی ہو۔”

“کب تک...!”

“جب تک میں نہ کہوں...!”

“تم آخر ہو کون مجھے ڈکٹیٹ کرنے والے!”

“شیراں دا شیر...!”

“بکواس بند کرو اور فوراً مجھ سے ملو۔!” شفی جھنا کر بولی۔

“بکواس بند ہو سکتی ہے لیکن مجھ سے ملنا خوشی کی بات نہیں!”

“نہ ملے تو پچھتاؤ گے۔!”

“مل کر پچھتا رہا ہوں محترمہ۔!”

“میں فوزیہ کے لیے بے حد پریشان ہوں۔ جانتے ہو ٹوائیلٹ والا کون تھا۔!”

“نہیں۔ کون تھا۔”

“فوزیہ کا منگیتر اور عم زاد!”

“لیکن تم شناخت اور نشاندہی کی حماقت نہ کر بیٹھنا یہ معاملہ اُس کے اپنے آدمیوں پر چھوڑ دو۔”

“آخر فوزیہ کہاں غائب ہو گئی۔!”

“تم ہی بہتر اندازہ لگا سکو گی۔ مجھ سے تو دوسری ہی ملاقات تھی!”

“میں پوچھتی ہوں تم سے کس طرح ملاقات ہو سکے گی۔ بالمشافہ گفتگو کرنا چاہتی ہوں”

“لائبریری میں آجاؤ...”

“کیا مطلب ۔ کس لائبریری کی بات کر رہے ہو!”

“تمہاری لائبریری کی ۔ یہیں کے انسٹرومنٹ پر تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ پچھلی رات بھی یہیں گذاری تھی۔ لہٰذا اب ناشتے کا منتظر ہوں۔!”

“کیوں ہوائیاں چھوڑ رہے ہو سیدھی طرح بات کرو۔”

“تم چند زینے طے کر کے تصدیق کر سکتی ہو۔ میں تمہیں یہ بھی دکھانا چاہتا ہوں کہ تمہارا گھر کتنا غیر محفوظ ہے۔ چوکیدار رات بھر ٹانگ پھیلا کر مزے سے سوتا ہے۔”

“اچھی بات ہے میں آرہی ہوں۔”

"خالی ہاتھ نہ آنا۔ باورچی خانے سے کچھ پار کر لاؤ۔!"

شلی نے ریسیور رکھ دیا... اور دروازے کی طرف مڑی۔ لائبریری دوسری منزل پر تھی۔ اور پھر اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اُس نے سچ مچ وہاں عمران کو ایک آرام کرسی پر نیم دراز پایا۔ اُس نے اُس کے دادا جان کا سلیپنگ سوٹ اور سلیپنگ گاؤن پہن رکھا تھا...

وہ دروازے ہی پر رُک کر اُسے گھورتی رہی...

"اگر میں تمہیں پولیس کے حوالے کردوں تو۔!" وہ بالآخر غُصیلے لہجے میں بولی۔

"میرے ساتھ تم بھی جاؤ گی۔ اور پھر ایسی صورت میں جب کہ ہوٹل کا بیرا تمہیں میرے کمرے میں دیکھ چکا ہے اُس کی شہادت تمہارے دعویٰ کے باطل قرار دیئے جانے کا باعث بن جائے گی!"

شلی طویل سانس لے کر رہ گئی۔ اُس کے جواب نے اُسے بے بسی کے احساس میں مُبتلا کردیا تھا۔

"لیکن تم یہاں آئے ہی کیوں؟"

"ہوٹل سے بھاگ کر اور پھر کہاں جاتا۔ اس شہر میں بس یہی ایک گھر دیکھا ہوا تھا!"

"یہاں پہنچے کس طرح؟"

"اکزھاسٹ پائپ کے سہارے اوپر چڑھ آیا تھا۔ کھڑکی کا ایک شیشہ توڑ کر چٹخنی گرائی اور پھر اندر — شاید برابر والے کمرے میں تمہارے دادا جان رہتے ہیں — لہٰذا لباس تبدیل کرنے میں بھی کوئی دشواری پیش نہ آئی۔"

"تمہیں اِس کی جرأت کیسے ہوئی!"

"اسی یقین کے تحت کہ تم میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کر سکو گی... لیکن ناشتے کا کیا ہوگا۔"

شلی نے آگے بڑھ کر فون کا ریسیور اُٹھایا اور انسٹرومنٹ کا ایک بٹن دبا کر

کال ریسیور کیے جانے کا انتظار کرنے لگی۔ اس دوران میں عمران کو مسلسل گھورتی رہی تھی۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولی "خانساماں سے کہو کہ اب میں ناشتہ کر سکوں گی۔ لائبریری میں ہوں۔ یہیں لے آئے۔"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر عمران سے بولی "دادا جان کے کمرے میں چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے علاوہ کسی اور کو بھی یہاں تمہاری موجودگی کا علم ہو جائے۔"

"قاعدے کی بات ہے!" عمران سر ہلا کر بولا... اور آرام کرسی سے اُٹھ کر برابر والے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناشتہ آگیا۔

"بس اب جاؤ!" اُس نے ملازم سے کہا "برتن خالی ہو جانے کے بعد بلا لوں گی۔"

ملازم چلا گیا۔ اور اُس نے تھوڑی دیر بعد عمران کو آواز دی۔

آتے ہی ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ شلی خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ آخر تھوڑی دیر بعد بولی "کہیں تم ہی اُس کے قاتل نہ ہو!"

"کس کا۔!" عمران نے سر اُٹھائے بغیر پوچھا۔

"صمد نظامی کے...!"

"اگر میرے پاس سائیلنسر لگا ہوا پستول ہوتا تو میرے کمرے میں پوری تین عدد لاشیں پائی جاتیں۔"

"تم نے اُسے چاقو سے مارا تھا"

"چاقو کے علاوہ اور کچھ تھا ہی نہیں میرے پاس!" عمران نے مایوسی سے کہا "ممی اور ڈیڈی دھماکے والی چیزوں کے سخت مخالف ہیں!"

"آخر ممی اور ڈیڈی نے اپنی بلا جلال آباد کے سر کیوں منڈھ دی ہے!"

”آس پاس کے شہروں میں تو مجھے کوئی گھسنے ہی نہیں دیتا۔“

”تم بھی دس نمبری ہو۔“

”ابھی میرا نمبر ہی نہیں آیا۔ آیا بھی تو چار ہی تک محدود رہے گا۔ مسلمان ہوں، لاکھ برس دس نمبری نہیں ہو سکتا!“

”میں کہتی ہوں سنجیدگی سے گفتگو کرو... ورنہ...!“

”ورنہ کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہیں نے۔ ارے ہاں کیا فوزیہ نے تمہارا تعارف سہراب سے کرایا تھا؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ اُسے کیا جانے... میں خود ہی ملی تھی اُس سے!“

”فوزیہ کی تحریک پر؟“ عمران نے سوال کیا۔

”نہیں۔ وہ تو آرٹ کے معاملے میں خاصی بے حس واقع ہوئی ہے اور آرٹسٹوں کو دنیا کی ناکارہ ترین مخلوق سمجھتی ہے۔“

”لیکن آرٹ گیلری تک تو اُسی کی ایما پر گئی ہو گی!“

”ذرا ٹھہرو!“ شیلی ہاتھ اٹھا کر بولی ”فوزیہ کو سہراب سے منسلک کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو!“

”مجھے کیا پڑی ہے! سہراب مجھ سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔“

”اوہ۔ تو فوزیہ پر نظر ہے تمہاری!“

”اب میں اتنا کم نظر بھی نہیں ہوں!“

”پھر کیوں جھک مار رہے ہو!“ وہ میز پر ہاتھ مار کر بولی۔

”جھک مارنے سے دماغ روشن ہوتا ہے۔!“

”میں سمجھ گئی! صمد نظامی کے قاتل بھی تمہی ہو۔!“

”اگر واقعی ہوں تو تم دونوں نے مل کر مجھے اس قتل پر اکسایا تھا۔ روم سروس کا بیرا فوزیہ کو بھی شناخت کرے گا۔ تم دونوں اس کے قتل کا معاوضہ ادا کرنے میرے کمرے میں

میں آئی تھیں۔“

خدا غارت کرے تمہیں۔!“ وہ گھونسہ اُٹھا کر بولی ”میرا کھا رہے ہو اور مجھی پر غرا رہے ہو۔!“

”میں کیا کر سکتا ہوں اس سلسلے میں... مقدرات!“

”بلیک میلر بھی معلوم ہوتے ہو!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”تم دوپہر کا کھانا بھی لائبریری ہی میں کھانے کی کوشش کرنا!“

”ارے تو کیا مستقل قیام کی سوچ رہے ہو۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ رات کو جب تمہارا چوکیدار میٹھی نیند کے مزے لے رہا ہو گا چپ چاپ کھسک جاؤں گا۔“

”اُس کمبخت سے تو میں نمٹوں گی۔!“

”آپے سے باہر کیوں ہو رہی ہو کیا تمہیں ابھی تک میری ذات سے کوئی نقصان پہنچا ہے!“ شیلی سوچ میں پڑ گئی۔ واقعی سوچنے کی بات تھی۔ نہیں اس کی ذات سے فائدے ہی پہنچے تھے۔ نقصان تو نہیں۔ لیکن یہ اس وقت یہاں کیوں دھرا ہوا ہے۔ کیا ان احسانات کا معاوضہ طلب کرے گا۔

”مجھے ٹارزن ٹائپ کی لڑکیاں پسند نہیں ہیں!“ دفعتہً وہ شیلی کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا! اپنی وضع میں وہی تبدیلی لاؤ جس کے بارے میں پہلے کہہ چکا ہوں۔!“

”تم میرے نجی معاملات میں دخیل نہیں ہو سکتے!“

”تو پھر پردے میں بیٹھ جاؤ۔ ورنہ تمہارا حلیہ تو جاری ہی ہو چکا ہے۔ کوئی ڈیوٹی کانسٹیبل تمہیں پہچان کر تھانے کی طرف کھدیڑے جائے گا۔“

”خاموش رہو!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”مجھے سوچنے دو!“

عمران نے شانے سکوڑے اور پھر ڈھیلے چھوڑ کر کافی پاٹ میں جھانکنے لگا۔ شاید دوسری پیالی بھی پینا چاہتا تھا۔ لیکن کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ طویل سانس لے کر کتابوں

الماریوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم آخر فوزیہ کو مہراب سے منحرف کرنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے"

"میں کوشش کر رہا تھا۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میں یہی کہوں گی۔!"

"کہنے کو تو تم مجھے مریخ کا باشندہ بھی کہہ سکتی ہو۔!"

"جہنم میں جاؤ میں تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گی!"

"اس وقت گھر سے نکالو گی تو نوکروں میں چہ میگوئیاں ہوں گی۔ یوں تو انہوں نے مجھے یہاں آتے نہیں دیکھا تھا!"

"تب پھر میں تمہیں گولی مار دوں گی!"

"شلوار قمیض پہن کر مارنا۔ تاکہ مرتے وقت اطمینان رہے کہ اپنے وطن ہی میں مر رہا ہوں۔! ویسے ایک بات سوچنی ہی پڑے گی... کہیں فوزیہ انہی چادروں کے ہاتھ نہ لگ گئی ہو جن سے تمہاری مڈ بھیڑ ہوئی تھی!"

"خدا جانے!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"آخر تم لڑکوں کو کیوں چھیڑتی پھرتی ہو!"

"وہ سور کے بچے لڑکیوں کو کیوں پریشان کرتے ہیں! میری تو ہابی ہو گئی ہے۔ اگر کسی دن کسی لڑکے کو خوفزدہ نہیں کر پاتی تو رات کو گہری نیند سے محروم رہتی ہوں!"

"اور فوزیہ ایسے مواقع پر تمہارے ساتھ ہوتی ہے۔!"

"ضروری نہیں! ایسی مہم پر نکلتی ہوں تو زیادہ تر تنہا رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"بیحد خوفناک ہو" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ پھر بولا "ذرا اپنی کلائیوں پر سے آستینیں تو ہٹانا"

"کیا مطلب۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"دیکھوں گا کہ انجکشنوں کی عادی تو نہیں ہو!"

"بکواس مت کرو... میں نشے باز نہیں ہوں...!" وہ آپے سے باہر ہوتی ہوئی بولی۔

"معافی چاہتا ہوں!" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا "یہ میں اس لیے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تمہاری دوست فوزیہ انجکشنوں کی عادی ہے!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی!"

"میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔!"

"کر رہے ہو گے!" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی "کہنا کیا چاہتے ہو!"

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم خود اپنے فیصلے کے تحت آرٹ گیلری گئی تھیں۔ یا اس کی تحریک فوزیہ کی طرف سے ہوئی تھی!"

"آخر یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔!"

"بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم اپنے حافظے پر زور دے کر میرے اس سوال کا صحیح جواب دینے کی کوشش کرو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ فوزیہ کو کسی قسم کے بھی آرٹ سے دلچسپی نہیں ہے!"

"نہ ہو۔! لیکن مونا لیزا کی نواسی تو اسی کی ہم شکل ہے بہتیرے ایسے افراد کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے جو ہر معاملے میں بالکل بھینس ہوتے ہیں!"

"ہاں... یہ بات تو ہے..."

"لہٰذا ہو سکتا ہے۔ فوزیہ ہی نے کہا ہو کہ چلو اس کے درشن ہی کر آئیں!"

"اگر کہا بھی ہو تو اس کی کیا اہمیت ہے!"

"بڑی نازک سی اہمیت ہے...!"

"ہاں۔ شاید اسی نے کہا تھا۔!"

"ٹھیک یہ ہوئی نا بات۔!"

"لیکن میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا!"

"سمجھنے میں تھوڑا سا وقت لگے گا... اچھا ہاں... تو تم نے سہراب سے گفتگو کرنے سے قبل اپنا تعارف کرا دیا تھا"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو... میرا اس سے تعارف نہیں تھا۔ لیکن وہ مجھے پہچانتا تھا!"

"اور جیسے ہی تم نے اُس سے گفتگو شروع کی تھی اُس نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا!"

"اظہار نہ کرتا تو مجھے کیسے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے جانتا ہے!"

"ٹھیک۔ ٹھیک" عمران پر تفکر انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"ٹھیک ٹھیک کیا لگا رکھی ہے۔ فوزیہ پر کیوں اتنا زور دے رہے تھے"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہارے اُس سے قریبی تعلقات تھے۔ لیکن تمہیں اس کا علم نہیں تھا کہ وہ پیتھڈین کے انجکشنوں کی عادی ہے"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہتیرے لوگ اپنی کمزوریاں دوستوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔"

"خیر اسے بھی گولی مارو اور ذرا ایک وقوعے کا تصور کرنے کی کوشش کرو۔ پچھلی رات اگر میں تمہیں وہاں نہ ملتا تو کیا ہوتا۔!"

"دوسروں ہی کی طرح ہمیں بھی پولیس کے احکامات کا پابند ہونا پڑتا... اور" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی اور عمران کو غور سے دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ ہاں... اور کیا" عمران سر ہلا کر بولا! "بات پوری کرو۔!"

"ہمیں بھی وہ لاش دیکھنی پڑتی۔!" شتی نے آہستہ سے کہا۔

"اور پھر فوزیہ پر اس کا کیا ردِ عمل ہوتا" عمران نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ اُسے شناخت کر لیتی۔!"

"اور پھر پولیس کا کیا رویہ ہوتا اُس کے ساتھ!"

"میں کیا جانوں!"

"وہ مشتبہ افراد میں سے ایک ہوتی!"

"ہاں۔ شاید۔!"

"میں تم دونوں کو نکال لے گیا۔ اور پھر تمہارے رخصت ہو جانے کے بعد ان تین غنڈوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ آخر کیوں...؟"

"واقعی اُلجھن کی بات ہے۔!"

"ہے نا۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"لیکن آپ خدا کے لیے بتا دو کہ تم حقیقتہً کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں بہت دنوں سے سہراب کے چکر میں ہوں... اور اسی چکر کی بنا پر فوزیہ کی شخصیت سامنے آئی۔ فوزیہ کے توسط سے تمہارے درشن بھی ہوئے۔!"

"پھر وہی فوزیہ کی شخصیت!"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ فوزیہ اور سہراب ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں!..."

"کیوں نہ سمجھوں جب کہ حقیقت بھی یہی ہے!"

غلط فہمی میں مبتلا ہو!... پہلی فرصت میں اس نے سہراب کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ آرٹ گیلری سے نکل جانے میں کس طرح کامیاب ہوئی تھی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔!"

"لیکن میں اپنے یقین کے لیے ٹھوس دلیل رکھتا ہوں!"

"وہ کیا ہے۔!"

"میرے بائیں بازو کا زخم... جو ان میں سے کسی ایک کے چاقو سے لگا تھا!"

"اوہ... تو تم زخمی ہو۔!"

"ہاں ہاں بازو ہلانے میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے!"

"لیکن یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ فوزیہ نے اُسے اس کی اطلاع دی تھی!"

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم اتنے سکون سے کھانا کھا کر اُس کمرے سے رخصت نہ ہو سکتیں! وہ پرنس اسٹریٹ میں اسی لیے اُتری تھی کہ وہ جلد از جلد تم سے علیحدہ

ہو کر سہراب کو فون کر سکے۔ تم نے اُسے ایک ڈرگ اسٹور کے قریب ہی تو اُتارا تھا!"

"خدا کی پناہ۔ تم اس حد تک جانتے ہو۔ ہاں میں نے اُسے عوامی ڈرگ اسٹور کے سامنے اُتارا تھا۔"

"اور اس نے وہیں سے فون پر سہراب کو مخاطب کیا تھا!"

"لیکن کیوں؟ اگر وہ سہراب کو اس حد تک جانتی تھی تو مجھ پر کیوں نہیں ظاہر ہونے دیا۔"

"میں بھی دراصل اسی کا جواب چاہتا ہوں!"

"لیکن تم تو ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے! تمہیں کیونکر علم ہوا کہ اُس نے عوامی ڈرگ اسٹور سے سہراب کو فون کیا تھا۔"

"راز کی بات ہے تمہیں نہ بتاؤں گا!"

"تو پھر میں یقین بھی نہیں کرتی تمہاری بات پر۔!"

"اُف فوہ کیا مصیبت ہے!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا "اچھا بتائے دیتا ہوں لیکن کسی کو علم نہ ہونے پائے۔ میں نے سہراب کے ایک آدمی کو توڑ لیا ہے معقول معاوضے پر وہ میرے کام کی اطلاعات فراہم کرتا رہتا ہے!"

وہ بے یقینی سے اُسے دیکھتی رہی... پھر بولی "اب یہ بتاؤ کہ سہراب نے تمہاری کون سی گھڑی کاٹی ہے کہ تم اُس طرح اُس کے پیچھے لگ گئے ہو۔"

"بھینسوں کا چکر ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب۔!"

"یہ شخص کبھی پی ڈبلیو ڈی کی ٹھیکیداری کرتا ہے۔ کبھی بھینسوں کا تاجر بن جاتا ہے۔ اور کبھی آرٹسٹ۔ میرے مینیجر سے اس نے پچھلے سال پورے چالیس ہزار ٹھگ لیے تھے اور غائب ہو گیا تھا۔ اُدھر دو تین ماہ سے پھر دکھائی دیا ہے... اور مونا لیزا کی نواسی کے ساتھ نمودار ہوا ہے... کوئی لمبا چکر ہے اس بار۔"

"جب تم اتنا کچھ جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ فوزیہ کہاں غائب ہو گئی۔!"

"یہ تو نہیں جانتا۔ ورنہ تمہیں بور کرنے کی بجائے براہِ راست اُسی سے بات کرتا۔"

"اور وہ پیتھیڈین کے انجکشنوں والی بات...!"

"شاید یہ نشہ ہی فوزیہ اور سہراب کے درمیان تعلق کا باعث بنا ہو۔ فوزیہ اتنی مالدار تو نہیں ہے کہ اس قسم کے اخراجات برداشت کر سکے۔!"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔!" شفق سر ہلا کر بولی۔

"خدا کا شکر ہے کہ باتیں تمہاری سمجھ میں آنے لگی ہیں...!"

"لیکن تم کیا بلا ہو! جو کچھ اپنے بارے میں بتاتے رہے ہو اُس پر مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سہراب تم سے کیوں تعلقات بڑھانا چاہتا ہے۔"

"تم یہ دیکھ کر کیا کرو گے۔ اپنی بھینسوں سے سروکار رکھو!"

"یہ بھی ٹھیک ہے... لیکن میں اس کی کسی دوسری غیر قانونی حرکت کا پتا لگانا چاہتا ہوں کیونکہ میرے چالیس ہزار کے ضائع ہو جانے کا کوئی دستاویزی ثبوت نہیں ہے میرے پاس۔ محض اعتبار پر ہم لوگ لاکھوں کا لین دین کرتے ہیں۔ کسی سے کبھی کوئی لکھا پڑھی نہیں ہوتی۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ وہ مجھے کسی غیر قانونی حرکت میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔!"

"اور نہیں تو کیا تم دونوں کے درمیان آخرت کے سودے ہوں گے!"

"مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم ضرور کوئی سرکاری جاسوس ہو!"

"میری شکل۔!"

"ایسی ہی شکلوں والے تو ہوتے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے۔!"

"میں ایسا کوئی الزام اپنے سر لینے کو تیار نہیں۔!"
شلی اُسے غور سے دیکھتی رہی۔ لیکن چہرے پر حماقت مآبی کے علاوہ اور کچھ بھی نظر نہ آیا۔

صفدر اور نیمو ٹاؤن ہال کے سامنے کھڑے اُس اژدہام کو دیکھ رہے تھے جو صدر دروازے سے ہال میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا!

"کیا دیوانگی ہے!" صفدر بولا۔

"اگر ہم ڈیوٹی پر نہ ہوتے تو ہم بھی اس دیوانگی میں مُبتلا نظر آتے!" نیمو نے بائیں آنکھ دبا کر کہا!

"لیکن یک بیک یہ ہوا کیا!" صفدر بولا۔

"آرٹ گیلری کو پولیس نے سیل کر دیا ہے... لہٰذا فی الحال تصویروں کی نمائش ختم ہو گئی ہے۔ اس کی بجائے سہراب نے اپنے موڈل مونا لیزا کی نوامی کی نمائش کا انتظام کر دیا۔ ٹکٹ لگا رہا ہے۔ اور ٹکٹوں کی بھی بلیک ہو رہی ہے۔

"کمائی کا بہترین ذریعہ!"

"پتہ نہیں کہاں سے ہاتھ لگ گئی ہے! لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہمارے محکمے کو ان معاملات میں کیا سروکار۔!"

"سہراب عرصہ سے زیر نگرانی ہے۔ چھ ماہ قبل دار الحکومت میں تھا۔ پھر دفعتہ غائب ہو گیا۔ ادھر ایک ماہ سے پھر ایکسٹو نے اس کا فائیل کھول دیا ہے!"

"اور حضرت عمران لڑکیاں پکڑتے پھر رہے ہیں!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد نیمو نے کہا "مجھ سے تو اس کی حالت نہیں دیکھی جاتی۔ بُری طرح بلبلا رہی ہے۔۔۔!"

"اپنے منگیتر کے لیے!" صفدر نے پوچھا!

"جی نہیں نشے کے انجکشن کے لیے بیچارہ منگیتر تو شاید یاد ہی نہ ہو!"

دفعتہ بائیں جانب سے لفٹیننٹ صدیقی نمودار ہوا۔ دفتر سے واپس ہونے والے تھکے ہارے کلرک کا سا حُلیہ بنا رکھا تھا!

"آپ حضرات کے ٹکٹ۔!" وہ ان کی طرف ایک لفافہ بڑھاتا ہوا بولا۔

"اُف فوہ! تو کیا اسی دروازے سے ہمیں بھی گذرنا پڑے گا!" نیمو کراہ کر رہ گیا۔

صدیقی اس کا یہ ریمارک سُننے کے لیے رُکا نہیں تھا۔ جدھر سے آیا تھا۔ اُدھر ہی نکلا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ٹکٹوں کے بغیر بھی داخل ہو سکتے تھے!" صفدر نے کہا "یہ اژدحام جس انداز سے اندر داخل ہو رہا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ گیٹ کیپر ایک ٹکٹ چیک کرنے لگے تو چھ عدد یونہی اندر پہنچ جائیں۔"

"دیکھوں تو لفافے میں ہے کیا!" نیمو لفافہ چاک کرتا ہوا بولا۔

لفافے سے دو عدد ٹکٹ ہی برآمد ہوئے تھے... نیمو نے کہا! "ہمیں بھی جلدی ہی کرنی چاہیئے ورنہ بہت پیچھے جگہ ملے گی!"

"شاید ہی کسی کو جگہ ملے۔!" صفدر بڑبڑایا۔

"کیا مطلب!"

"یہ بھیڑ دیکھ رہے ہو... اس کے لیے ایسے ہی تین ہال درکار ہوں گے۔"

"یہ بات تو ہے۔ آخر کس حساب سے ٹکٹ فروخت ہوئے ہیں!!"

"آؤ۔ آؤ۔!" صفدر آگے بڑھتا ہوا بولا! "ہمیں بھی ایسے ہی والہانہ پن کا اظہار کرنا ہے۔!"

پھر وہ بھی اُسی بھیڑ میں شامل ہوئے اور اپنے عقب میں آنے والے ریلے کے زور میں صدر دروازے سے گذرتے چلے گئے... ٹکٹ نیمو کے ہاتھ ہی میں رہ گئے تھے۔ اندر پہنچے تو اول سے آخر تک ساری سیٹیں بھری ہوئی نظر آئیں۔ زیادہ تر ایک پر دو دو نظر آ رہے تھے۔ اور ہال کے تین اطراف میں چھوٹی ہوئی جگہوں پر لوگ کھڑے دکھائی دیئے۔

"یار کھڑے ہی رہنا ہے تو اسٹیج کے قریب ہی کیوں نہ رہیں!" صفدر نے کہا اور بائیں جانب کھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان سے راستہ بنانے لگا۔ وہ احتجاج کرتے رہے لیکن ان دونوں کے قدم نہ رُکے کوئی زیادہ اُلجھتا تو صفدر کہہ دیتا کہ وہ دونوں منتظموں میں سے ہیں۔ اس طرح اسٹیج کے قریب تک اُن کی رسائی ہو گئی۔!

"واقعی!" نیمو ہانپتا ہوا بولا! "اس شہر کے لوگ بیحد شریف ہیں۔ جنہوں نے ٹکٹ خریدے ہیں، وہ بھی اس بھیڑ یا دھسان پر احتجاج نہیں کر رہے!"

"یہاں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی!" صفدر بولا۔

دفعتہً اسٹیج پر ایک آدمی نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں مائیک تھا۔ اُس نے مجمعے کو مخاطب کر کے کہا "خواتین و حضرات... آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جلال خوش ذوقی کے معاملے میں پورے ملک کی ناک ہے۔ فنونِ لطیفہ سے جو لگاؤ یہا کے باشندوں میں پایا جاتا ہے ہم نے اور کہیں نہیں دیکھا!... میں ذاتی طور پر یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ انتہائی مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں بھی میں نے جوش و خروش کا ایسا مظاہرہ نہیں دیکھا..." بہر حال آج آپ ملک کے مایہ ناز مصور مسٹر سہراب کے ماڈل کو ضرور دیکھیں گے۔ لیکن اس سے قبل ایک پروگرام ملاحظہ فرمائیے۔!"

ہال تالیوں سے گونج اُٹھا اور مُعلّن کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "پروگرام کی

ابتداء قہقہوں سے ہونی چاہیے... کیا خیال ہے آپ کا۔"

"ضرور۔ ضرور...!" آوازیں آئیں...

"تو پھر میں جناب چغد صحرائی کو زحمت دیتا ہوں۔! جناب چغد صحرائی!"

مُعلّن کے پیچھے ہٹتے ہی ایک ہونق سا آدمی اسٹیج کے وسط میں آ کھڑا ہوا۔ بہت زور و شور سے تالیاں بجائی گئیں۔ شاید موصوف جلال آباد والوں کے لیے اجنبی نہیں تھے!

انہوں نے مشہور اداکاروں اور گلوکاروں کے چلنے بولنے اور گانے کے انداز کی نقلیں اُتارنی شروع کیں....

"لاحول ولاقوۃ!" نیمو بڑبڑایا۔ "یہ کیا بدمذاقی ہے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ قریباً بیس پچیس منٹ اسی نقال کی نذر ہو گئے۔ اس کے بعد گلوکاراؤں کی آمد شروع ہوئی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ آج بھی لوگوں کو بے وقوف بنانے کا ارادہ رکھتا ہے...!" نیمو طویل سانس لے کر بولا۔

"آپ کا خیال درست ہے!" قریب ہی کھڑا ہوا کوئی آدمی بولا! "اول درجے کا فراڈ ہے سالا۔"

"اتنی بیدردی سے اظہار خیال نہ فرمائیے!" صفدر نے بڑی شائستگی سے کہا۔

"آپ حمایتی ہیں اُس کے!" وہ آدمی پلٹ پڑا۔

"جی نہیں! میں نے تو اس کی شکل بھی نہیں دیکھی صرف نام سُنا ہے۔"

"اور شاید جلال آباد میں رہتے بھی نہیں ہیں!"

"آپ کا خیال درست ہے!"

"اسی لیے اُس مردود کی طرف داری کر رہے ہیں!"

"کیا وہ جھوٹا ہے، مونا لیزا کی نواسی کا وجود نہیں ہے!" صفدر نے بڑی

معصومیت سے سوال کیا۔

"میں یہی سمجھتا ہوں!"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پہلے بھی اس قسم کے کام کرتا رہا ہے!"

"یقیناً جناب! میں یہیں کا باشندہ ہوں۔ اور پہلے کبھی میں نے سہراب کے مصور ہونے کے بارے میں کچھ نہیں سُنا! لوگ اُسے پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے ایک ٹھیکیدار کی حیثیت سے جانتے تھے۔"

"کچھ لوگ کمال حاصل کئے بغیر پبلک کے سامنے آنا پسند نہیں کرتے۔ نہایت خاموشی سے اپنا کام کرتے رہتے ہیں!"

"چھوڑیئے جناب!" نیمو بول پڑا "جو کچھ بھی ہے جلد سامنے آجائے گا۔"

"بہر حال میں اتنا ضرور کہوں گا کہ جلال آباد کے لوگ بھی حیرت انگیز ہیں!" صفدر بولا! "یہ جانتے ہوئے بھی کہ سہراب فراڈ ہے اُس کی باتوں میں آکر اس کے گرد مجمع لگائے رہتے ہیں!" اس آدمی نے خاموشی اختیار کر لی۔

اُدھر چوتھے گلوکار نے جیسے ہی الاپنا شروع کیا ایک ٹماٹر اس کی پیشانی سے ٹکرا کر پھٹ گیا۔ ٹماٹر مجمعے سے پھینکا گیا تھا۔ پھر تو اسٹیج پر ٹماٹروں اور انڈوں کی بارش ہونے لگی تھی۔ ساتھ ہی لوگ مونا لیزا کی نواسی کو فوراً پیش کر دینے کا مطالبہ بھی کر رہے تھے!۔۔

گلوکار پہلے ہی بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ مُعلن نے اسٹیج پر برآمد ہو کر کچھ کہنا چاہا! لیکن ٹماٹروں اور گندے انڈوں کی بارش نے اُسے زبان ہی نہ کھولنے دی۔

پھر اچانک سارے ہال میں اندھیرا چھا گیا۔ چیخوں کراہوں اور غل غپاڑے سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

یہ دونوں دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے! اندھیرا ہوتے ہی نہ جانے کیا ہوا! کہ بھگدڑ سی مچ گئی تھی۔

ان دونوں نے دیوار سے چپکے چپکے اُسی جانب کھسکنا شروع کر دیا۔ جدھر سے ہال میں داخل ہوئے تھے!

رات کے گیارہ بجے تھے اور عمران اب بھی شیلی کی لائبریری ہی میں مقیم تھا۔ ملازموں کو حیرت تھی کہ آخر شیلی پر یک بیک "لائبریری" کا دورہ کیوں پڑا ہے۔۔۔! دوپہر کا کھانا لائبریری میں، شام کی چائے لائبریری میں حتیٰ کہ رات کا کھانا بھی وہیں۔۔۔! نوکروں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر باہر سے اس کے بارے میں کوئی پوچھے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ گھر پر موجود نہیں ہے! لیکن خود وہ عمران سے کئی بار پوچھ چکی تھی کہ آخر وہ وہاں سے کب اور کیسے ٹلے گا۔

"کل تو وہ مردود جلد سو گیا تھا!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ضروری نہیں کہ آج بھی سو جائے!" شیلی نے جھنجھلا کر کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو پھر آج بھی یہیں قیام رہے گا۔"

"یہ قطعی ناممکن ہے!"

"پنولین کی ڈکشنری میں یہ لفظ سرے سے تھا ہی نہیں!"

"میں کہہ رہی ہوں کہ تم رات کو یہاں قیام نہیں کر سکتے۔"

"مجھے ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے کہ قیام نہ کر سکوں۔!"

"مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ تمہاری موجودگی سے نوکروں کو باخبر کر دوں۔"

"ایسی صورت میں پائپ کے سہارے نیچے اُترنے سے بچ جاؤں گا۔"

"پتا نہیں کس مٹی کے بنے ہو!"

"چکنی مٹی زیادہ استعمال ہوئی ہے میری تعمیر میں!"

"خدا کرے غارت ہو جاؤ" وہ جھلا کر بولی۔

"اب لڑکی لگ رہی ہو۔ سبحان اللہ!"

دفعتہً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے شلی کو ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا... اشارہ نہ کرتا تب بھی شلی خود ہی اٹھاتی اسے ہاتھ بھی نہ لگانے دیتی۔

"شلی اسپیکنگ!" اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا!

"اوہ۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ ہی مل گئیں!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون صاحب ہیں!" شلی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"سہراب...! ہم دو بار مل چکے ہیں...!"

"ج... جی ہاں!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔ سارے جسم میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

"میں ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری مدد ضرور کریں گی!"

"م۔ میں... نہیں سمجھی۔!"

"آپ کچھ گھبرائی ہوئی سی لگ رہی ہیں!"

"سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔ اونگھ رہی تھی!" شلی نے سنبھالا لے کر کہا۔

"میں نے عرض کیا تھا کہ ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔"

"ل... لیکن میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔"

"پہلے میری بپتا تو سن لیجئے... مجھے یقین ہے آپ کو مجھ پر ضرور رحم آئے گا۔ اور آپ مجھے مایوس نہیں کریں گی۔"

"کچھ کہیے بھی تو۔"

"آپ کو آج کے اخبارات سے علم ہو گیا ہو گا کہ پچھلی رات مجھ پر کیا گذری..."

"ج... جی ہاں..."

"پولیس نے آرٹ گیلری کو سیل کر دیا ہے۔ لیکن میں نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کے لیے میں نے ٹاؤن ہال میں ایک ورائٹی پروگرام پیش کرنے کا انتظام

کیا۔ خیال تھا کہ پروگرام کے دوران میں اپنے موڈل کی رونمائی بھی کر دوں گا... لیکن یہاں ہال میں بعض مفسدوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ مونا لیزا کی نواسی کو اٹھائے جانے کی کوشش کی۔ دراصل جلال آباد کا ایک بااثر رئیس ان حرکتوں کی پشت پر ہے۔"

"تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گی؟" شلی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"لوئیسا کو وقتی طور پر اپنی کوٹھی میں پناہ دے دیجئے!"

"کون لوئیسا۔!"

"میرا مطلب تھا مونا لیزا کی نواسی کو۔ لوئیسا اس کا نام ہے!"

"آپ پولیس کی مدد کیوں نہیں لیتے!"

"پولیس وہی کرے گی جو بااثر آدمی چاہے گا۔!" دوسری طرف سے گھگھیاتی ہوئی سی آواز آئی "اگر آپ صرف دو دنوں کے لیے اپنی کوٹھی میں رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔!"

"آخر وہ بااثر آدمی چاہتا کیا ہے۔"

"اب میں کیا عرض کروں۔ وہ لوئیسا پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔!"

"لیکن میرے گھر والے شاید اس پر تیار نہ ہوں!..."

"صرف دو دن کے لیے محترمہ زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔! آپ کی کوٹھی کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کر سکے گا خواہ وہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو۔ لوئیسا جلال آباد میں اور کہیں محفوظ نہ رہ سکے گی۔!"

"دیکھئے میں خود مختار نہیں ہوں۔ گھر والوں سے مشورہ کئے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتی!"

"اچھی بات ہے! میں آدھے گھنٹے بعد پھر رنگ کروں گا۔"

"ویسے مجھے امید نہیں ہے کہ اجازت مل ہی جائے۔!"

"پھر بھی کوشش کر دیکھئے!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور رابطہ منقطع

ہو گیا۔!

شلی نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اور عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے۔!"

"کم از کم تمہارے لیے بے حد سنسنی خیز ثابت ہو گی!" شلی نے کہا اور اُسے سہراب کی کال کے بارے میں بتانے لگی۔

"بہت خوب!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "اُس نے میرا یا میرے کمرے میں پائی جانے والی لاش کا حوالہ تو نہیں دیا۔"

"نہیں۔!"

"تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے!"...

"یہاں رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"لیکن یہ تو دیکھنا ہی پڑے گا کہ وہ چاہتا کیا ہے!"

"میں کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ پتا نہیں کیا چکر ہے!"

"اچھا اگر تم سے کورا جواب پا کر اس نے تمہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کی تو کیا کرو گی؟"

"مجھے کیسے بلیک کرے گا!"

"میرے کمرے میں تم دونوں کی موجودگی کا حوالہ دے کر!"

"مجھے تمہاری اس بات پر یقین نہیں آیا کہ فوزیہ نے اُسے ہمارے احوال سے آگاہ کر دیا تھا!"

"اچھی بات ہے! تو آدھے گھنٹے بعد جب اُس کی کال آئے تو انکار کر کے دیکھ لینا۔ اگر اس نے اُسی حوالے سے بلیک میل کرنے کی کوشش نہ کی تو اپنا نام بدل دوں گا!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"میرا مشورہ ہے کہ اس کی بات مان لو... فی الحال تمہارے گھر والے موجود نہیں ہیں اور پھر دو ہی دن کی بات ہے۔"

"ملازموں سے کیا کہوں گی؟"

"میرے سلسلے میں بھی ملازموں سے کچھ نہ کچھ کہا ہو گا۔ جب میں بیہوشی کے عالم میں یہاں لایا گیا تھا۔"

"بیہوشی کے عالم میں!" وہ زہریلی سی ہنسی کے ساتھ بولی "مجھے اس پر شبہ ہے کہ تم بیہوش تھے۔"

"کیا مطلب۔"

"تم قطعی بے ہوش نہیں تھے۔ بلکہ یہ طریقہ اختیار کر کے یہاں تک پہنچے۔ تم نے ہماری مدد کی تھی اسی لیے ہم تمہیں وہاں بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر نہیں آ سکتے تھے۔"

"تمہیں تو اب میری کسی بات پر یقین نہیں آتا۔"

"ایسے حالات میں کسی کو بھی نہیں آئے گا۔"

"اچھی بات ہے تو پھر میں چلا۔" عمران اُٹھتا ہوا بولا "کسی نہ کسی طرح نکل ہی جاؤں گا۔"

"اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بیٹھ جاؤ!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

"میں تمہاری موجودگی ہی میں سہراب کی مدد کرنے سے انکار کرنا چاہتی ہوں تاکہ اپنا اطمینان کر سکوں!"

"کس سلسلے میں"

"فوزیہ کے سلسلے میں۔ اگر سہراب نے میرے انکار پر تمہارے ہوٹل والے کمرے کا حوالہ نہ دیا تو میں سمجھ لوں گی کہ تم اول درجے کے جھوٹے ہو۔!"

"میں تیار ہوں!" عمران دوبارہ بیٹھتا ہوا بولا، تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا "میرے قول کی صداقت ثابت ہو گئی تو پھر تمہارا کیا رویہ ہو گا؟"

”میں تم پر اعتماد کروں گی۔“

”اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا!“

”کس قسم کا فائدہ چاہتے ہو ...!“

”مطلب یہ کہ اگر اس سے میری بھینسوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکے۔ تبھی تو میں سمجھوں گا کہ مجھے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔“

”اب بھینسوں کا نام لیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔“

”پیاز کی آڑھت بھی تباہ ہو گئی اس چکر میں پڑ کر۔“

آدھے گھنٹے تک اسی قسم کی بکواس جاری رہی تھی۔ پھر فون کی گھنٹی بجی اور شلی نے جھپٹ کر ریسیور اُٹھا لیا۔

”شلی اسپیکنگ۔“

”کیا فیصلہ کیا آپ نے!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ناممکن ہے ... سہراب صاحب ...!“

”پھر سوچ لیجئے۔!“

”آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے اس میں میری کوئی غرض مُضمر ہو۔“

”مطلب یہ تھا کہ جس طرح میں آپ کے کام آتا رہا ہوں اُسی طرح آپ بھی میرے کام آیئے!“

”آپ میرے کس کام آتے رہے ہیں؟“ شلی نے تیز لہجے میں پوچھا!

”ناراض ہونے کی ضرورت نہیں! میں نے آپ کے ایک راز کو ابھی تک راز ہی رکھا ہے!“

”میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں!“

”ہوٹل آرٹ سرکل کا کمرہ نمبر بانوے تو یاد ہی ہوگا۔ آپ کو اور روم سروس کا وہ ویٹر بھی یاد ہوگا جس نے کمرے میں کھانا سرو کیا تھا۔“

”یہ کیسی اُوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں آپ ... میں کچھ نہیں سمجھی!“

”اچھی بات ہے تو پھر وہ ویٹر پولیس کے ساتھ جلد ہی آپ کی کوٹھی تک پہنچ جائے گا۔!“

شلی نے بے بسی سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

”ٹھہریئے ...!“ شلی نے ماؤتھ پیس میں کہا! ”م ... میں تیار ہوں۔ لیکن آپ کو اپنے وعدے پر قائم رہنا ہوگا!“

”کس وعدے پر؟“ دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

”یہی کہ یہاں نولیا کی مدت قیام دو دن سے زیادہ نہ ہوگی۔!“

”بالکل بالکل ...“ سہراب کی آواز آئی ”میں آپ کی دشواریوں سے واقف ہوں! میں جانتا ہوں کہ آپ آج کل گھر میں تنہا ہیں ... بہر حال لومیا ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ جائے گی۔ آپ اس دوران میں اپنے ملازموں کو آگاہ کر دیجئے کہ آپ کی ایک غیر ملکی دوست جو باہر سے آئی ہے وہاں پہنچنے والی ہے اور دو ایک دن آپ کے ساتھ مقیم رہے گی۔“

”ہاں ... یہ بہانہ مناسب رہے گا۔!“

”آپ ... بہت ذہین ہیں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا ...

شلی کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ ریسیور کریڈل پر رکھ کر ایک کرسی پر گر گئی۔

”کیا ہوا ...!“ عمران نے اپنی جگہ سے جُنبش کئے بغیر پوچھا۔

”تمہارا خیال درست نکلا ... وہ اُسے لا رہا ہے ... ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ یہاں پہنچ جائے گی۔“

"اب کیا خیال ہے تمہارا فوزیہ کے بارے میں!"

"شاید مجھے تم سے متفق ہونا پڑے گا۔!" شعلی نے کہا اور اس بار کی گفتگو دُہراتی رہی...

عمران نے چیونگم کا پیکٹ نکالا۔ اور ایک پیس منہ میں ڈال کر اُسے آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

شعلی خاموش ہوئی تو اُس نے کہا "اب میں ذرا دیکھوں کہ چوکیدار کی کیا پوزیشن ہے۔"

پھر وہ اُٹھ ہی رہا تھا کہ شعلی ہاتھ اٹھا کر بولی "اب سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کس بات کا!"

"تمہارے یہاں سے جانے کا۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"جب تک وہ یہاں رہے گی۔ تم بھی رہو گے۔!"

"اور پھر جب تمہارا جی چاہے گا قلابازی کھا جاؤ گی۔؟"

"کیسی قلابازی..."

"بڑی جلدی جلدی خیالات بدلتی ہو...!"

"اب نہیں بدلوں گی۔!"

"کوئی خاص وجہ۔!"

"کوئی دلیل نہیں رکھتی بس وجدان سمجھ لو۔ تم پر اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے۔"

"میں خود ہی توجہ دلا دوں!" عمران سر ہلا کر بولا! "تم مجھے سہراب کا ساتھی بھی تصور کر سکتی ہو... اور اب تک جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے، وہ تمہیں صرف ایک ڈرامہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ ان لڑکوں کے متعلق بھی اسی نہج پر سوچ چکی ہو۔"

"میں بڑی دشواری میں پڑ گئی ہوں — اور خواہ مخواہ —!"

"جو بھی اپنی حدود سے تجاوز کرے گا دشواری میں ضرور پڑے گا!"

"اب میں بھی یہی سوچتی ہوں۔"

"ہمارے سماج میں عورتوں اور مردوں کے مقامات کا روائتی تعیّن حقیقتہً بے حد سائنٹفک تھا جسے بیرونی اثرات نے تباہ کر دیا۔"

"اوہ... اب تم پروفیسروں کی زبان بول رہے ہو... آخر ہو کیا چیز۔!"

"ناچیز کو علی عمران ایم۔ ایس سی ڈی ایس سی (آکسن) کہتے ہیں!"

"کیا واقعی ڈاکٹر آف سائنس ہو...! یقین نہیں آتا۔!"

"بے یقینی کی وجہ۔!"

"نہ عادات و اطوار سے لگتے ہو اور نہ صورت سے۔!"

"ڈگریاں اصلیت پر پردے نہیں ڈال سکتیں۔ اسی لیے آبائی پیشے سے چمٹا ہوا ہوں۔"

"یعنی بھینسوں کی فارمنگ۔؟"

"تم وقت کیوں ضائع کر رہی ہو۔ جاؤ ملازموں کو جگا کر آگاہ کر دو کہ ایک مہمان آ رہی ہے جو کچھ دن تمہارے ساتھ قیام کرے گی۔!"

"لیکن تم لائبریری ہی تک محدود رہو گے!"

"وہ تو رہنا ہی پڑے گا ورنہ یہ کیسے معلوم ہو سکے گا سہراب کا اصل کھیل کیا ہے"

شعلی نیچے چلی آئی۔ اور ان ملازموں کو ہدایات دینے لگی جو ابھی جاگ ہی رہے تھے! سوئے ہوؤں کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ ملازموں کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کوئی غیر ملکی مہمان ہے تو کس قدر نروس نظر آنے لگے۔!

شعلی نے عمران کو روک تو لیا لیکن ایک عجیب طرح کی خلش ذہن پر مسلط ہو گئی تھی کیا یہ مناسب تھا۔؟ وہ اُس کی باتوں میں کیوں آ گئی۔ کاش اُس سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی۔ لیکن اپنے قول کے مطابق وہ تو تھا ہی فوزیہ کی فکر میں۔ فوزیہ کی وجہ سے وہ

بھی اُس کی نظروں میں آئی تھی۔ لیکن آخر سہراب اس سے کیا چاہتا تھا!

ملازموں کو مہمان کے بارے میں ہدایات دے کر پھر اُوپری منزل پر واپس آئی لیکن عمران وہاں نہ دکھائی دیا۔ آہستہ آہستہ اُسے آوازیں دیں اور پھر دادا جان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اکزہاسٹ پائپ کے قریب والی کھڑکی کھلی نظر آئی تھی۔۔۔

”اوہ۔ تو چلا گیا۔!“ وہ طویل سانس لے کر بڑبڑائی۔۔۔

نیمو اور صفدر بدقت تمام ٹاؤن ہال سے باہر نکل سکے تھے۔ لیکن حالت ایسی نہیں تھی کہ زیادہ دیر تک روشنی میں رہ سکتے۔ کپڑے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر خراشیں تھیں۔

گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے اپنی اقامت گاہ کی طرف بڑھتے رہے! نیمو کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

”کیا ہذیان بک رہے ہو۔ بخار ہو گیا ہے؟“ صفدر نے پوچھا

”نہیں یار۔۔۔ اُجالے میں کیسے نکلیں۔۔۔!“

”فکر مت کرو۔ اِس وقت ہم جیسے سینکڑوں اِن گلی کوچوں میں بھٹکتے پھر رہے ہوں گے!“

”آخر یہ کیا ہوا کیا۔!“

”خدا جانے۔۔۔ آخر آخر آگ آگ کا شور بھی تو سنا تھا!“

”ہو سکتا ہے۔۔۔ کسی نے دروازوں کے پردوں میں آگ لگا دی ہو۔۔۔!“

”مونالیزا کی نواسی۔!“ صفدر طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”اور جناب علی عمران مدظلہ العالی!“ نیمو ہنس پڑا۔

”بہرحال وہ آج بھی اُس لڑکی کو پیش نہ کر سکا۔!“

”سہراب پہلے کس سلسلے میں زیرِ نگرانی رہا تھا۔“ نیمو نے پوچھا۔

”کسی غیر ملکی سفارت خانے کا کوئی چکر تھا۔ بہرحال بات عمران صاحب سے آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔۔۔“

دفعتہً” صفدر زور سے چیخا ٹیکسی۔!“

ایک ٹیکسی دوسری گلی میں مڑتی نظر آئی تھی۔ آواز دینے پر روک دی گئی۔ اور اتفاقاً روشنی میں رُکی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے انہیں گھور کر دیکھا ہی تھا کہ نیمو بولا! ”یار شریف آدمی ہیں۔ ٹاؤن ہال ہم بھی پھنس گئے تھے!“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ جناب بیٹھ جائیے!“

پچھلی نشست پر بیٹھ جانے کے بعد صفدر نے اُسے بتایا کہ انہیں کہاں جانا ہے!

”ٹاؤن ہال میں کیا ہو گیا جناب۔۔۔“ ڈرائیور نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ پتا ہی نہ چل سکا!“ نیمو جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتا ہوا بولا! ”اچھا خاصا پروگرام چل رہا تھا کہ دفعتہً گندے انڈے اور ٹماٹر چلنے لگے پھر لائٹ غائب ہو گئی۔ بڑی مشکل سے نکل کر بھاگے۔“

”آگ بھی لگی تھی شاید!“ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”ہاں شاید۔۔۔!“

”بُرا نہ مانیے گا صاحب۔۔۔ پہلے خاص خاص جگہوں پر مُجرے ہوا کرتے تھے۔۔۔ عام لوگ محفوظ رہتے تھے۔ لیکن جب سے عوامی مجرے ٹکٹ پر شروع ہوئے ہیں۔۔۔ کوئی بھی محفوظ نہیں رہا۔۔۔“

”بڑی اچھی بات کہی تم نے اگر میں ڈپٹی کمشنر کا پیش کار ہوتا تو تمہیں دانشور بنا دیتا۔“ نیمو نے کہا۔

”جی صاحب۔“

”کچھ نہیں!“ صفدر جلدی سے بولا ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ !“

پندرہ بیس منٹ بعد ٹیکسی ایک بڑی سی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ اور انہوں نے اُتر کر کرایہ ادا کیا۔ !

ٹیکسی باہر نکل گئی تو وہ پورچ کی طرف بڑھے۔ برآمدے میں روشنی تھی اور جولیا ایک آرام کرسی پر نیم دراز کوئی کتاب دیکھ رہی تھی اُن پر نظر پڑتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

”یہ کیا ہوا۔“

”یقین کرو ہمیں علم نہیں کہ اس حال کو پہنچنے کی وجہ کیا ہے!“ نیمو ہنس کر بولا۔

”تم بتاؤ۔ یہ تو کبھی سنجیدہ نہیں ہوتا۔ !“ جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”ٹھیک کہہ رہا ہے ...!“ صفدر اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔ اور نیمو اندر چلا گیا۔ پھر صفدر نے جولیا کو ٹاؤن ہال کی روداد سنائی تھی۔

جولیا تھوڑی سی خاموش رہ کر بولی! ”اس کا ابھی تک کہیں پتا نہیں!“

”بازو کا زخم گہرا تو نہیں تھا ...!“ صفدر نے پوچھا!

”گہرا تو نہیں تھا۔ لیکن طوالت خاصی تھی۔ !“

”لڑکی کا کیا حال ہے؟“

”عمران نے منع کر دیا تھا کہ نہ اس سے کچھ پوچھا جائے اور نہ اُس کے کسی سوال کا جواب دیا جائے۔ !“

”مجھے علم ہے!“ صفدر سر ہلا کر بولا۔

”لیکن اب وہ کچھ بتانا چاہتی ہے!“

”ایک انجکشن کے بعوض۔ !“ صفدر نے مسکرا کر پوچھا!

”ہاں۔ غالباً۔“ جولیا طویل سانس لے کر بولی۔ ”کبھی کبھی بہت زیادہ شور مچانے لگتی ہے۔ !“

”صدیقی کہاں ہے“ صفدر نے پوچھا۔

”ابھی تک اُس کی بھی واپسی نہیں ہوئی۔“

پھر صفدر بھی اُٹھ کر اندر چلا آیا ... آٹھ دس کمروں پر مشتمل بڑی سی عمارت تھی۔ لیکن یہاں کوئی ملازم نہیں تھا۔ سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے پڑتے تھے۔ البتہ جولیا نے کھانا پکانے سے قطعی انکار کر دیا تھا اس لیے کھانا باہر سے آتا تھا۔ عمران نے تو خاصی کوشش کر ڈالی تھی کہ جولیا کچن سنبھال لے۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔

نیمو اور صفدر نے لباس تبدیل کئے اور پھر نکل کھڑے ہوئے۔ اُن کا ارادہ تھا کہ کسی اچھے سے ہوٹل میں رات کا کھانا کھائیں گے۔

”کیوں نہ ہوٹل آرٹ سرکل ہی چلیں!“ نیمو نے کہا۔

”چلو — مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ !“

”آخر یہ عمران صاحب کہاں غائب ہو گئے۔“

”مجھے صرف بازو کے زخم کی وجہ سے تشویش ہے!“ صفدر بولا۔

”اُن حضرت کو شاید یاد بھی نہ ہو بازو زخمی ہے۔ !“ صفدر بولا۔

”شائپ تو یہی ہے۔ !“

”ایسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا!“ نیمو نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”شاید میں زندگی بھر اُن کا احسان مند رہوں گا۔“

”اوہو۔ کس سلسلے میں!“

”ایسے نفسیاتی طریقے اختیار کر کے میری شراب نوشی ترک کروائی کہ مجھے احساس تک نہ ہو سکا۔ اور اب سوچتا ہوں کہ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو اس شراب بندی کے دور میں کیسی اذیتوں سے گذرنا پڑتا۔“

”لیکن جوزف کی چھ عدد اب بھی برقرار ہیں!“

”غیر مسلموں کے لیے ویسے بھی کوئی پابندی نہیں۔“ نیمو نے کہا۔

”شاید اسی اصول کے تحت اُس کی بوتلیں محفوظ ہیں۔“

”لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ جن پر پابندی عائد کی گئی ہے وہ اب بھی پی رہے ہیں... غیر مسلموں سے تین گنی قیمت پر خریدتے ہیں اور پیتے ہیں!“

”محض تعزیری قوانین سے کام نہیں چلے گا۔ کبھی نہیں چلا... تعزیری قوانین صدیوں سے موجود ہیں... پھر کیا ہوتا رہا ہے“

”پھر کیا صورت ہو گی؟ تبلیغ؟“

”تبلیغ بھی صدیوں سے جاری ہے...“

”کوئی حل۔“

”پورے ڈھانچے کو بدلنا پڑے گا... صدق دل سے اللہ کی حاکمیت تسلیم کرنی پڑے گی۔“

”کس کو؟ مجھے اور تمہیں... بس۔؟“

”نہیں انھیں۔ جو زمین پر ہمارے حاکم ہیں! اللہ کی حاکمیت کو صدق دل سے تسلیم کر لینے کے بعد ہی وہ ہم سے بھی اللہ کے احکامات کی تعمیل کروا سکیں گے۔!“

”یوں تو سبھی الحمدللہ اور انشاء اللہ کہتے ہوئے آتے ہیں!“

”کبھی نہ کبھی کوئی آئے گا دل کی آواز سمیت۔ میں مایوس نہیں ہوں“

ہوٹل آرٹ سرکل پہنچ کر انہوں نے لفٹ استعمال کرنے کی بجائے زینوں کا رُخ کیا۔ ڈائننگ ہال پہلی منزل پر تھا! یہاں کی رونق حسب دستور برقرار تھی۔ نیمو صدر دروازے ہی کے قریب ٹھٹھک گیا!“

”کیا بات ہے!“ صفدر نے مڑ کر پوچھا۔

”کمال ہے! وہ یہاں موجود ہے!“ نیمو نے سر کی جُنبش سے بائیں جانب اشارہ کیا۔ صفدر نے اُسی سمت نظر دوڑائی۔ اور سمجھ گیا کہ اشارہ کس کی طرف تھا۔

”سُہراب ایک میز پر دکھائی دیا۔ اُس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ اور سہراب کے چہرے پر ایسی طمانیت نظر آ رہی تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ وہ آرٹسٹ سے

زیادہ ایک پیشہ ور باکسر معلوم ہوتا تھا۔ بایاں کان بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے بے پناہ قوت کا اظہار ہوتا تھا۔ صفدر نے نیمو کو اُسی گوشے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا... اُن کے عقب میں کئی میزیں خالی تھیں۔ صفدر نے قریب ترین میز منتخب کی۔ یہاں سے وہ ان دونوں کی آوازیں صاف سُن سکتے تھے۔ سہراب اپنے مقابل بیٹھے ہوئے آدمی سے کہہ رہا تھا ”یہ شخص دردِ سر بن گیا ہے۔“

”کیا نام بتایا تھا آپ نے۔!“ سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا!

”علی عمران۔“

”نام کچھ سُنا ہوا سا لگتا ہے؟“

”میں نے اُس کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کر لی ہیں!“ سہراب نے کہا ”بلیک میلر بھی ہے اور پولیس انفارمر بھی۔ سی آئی بی کے ڈائرکٹر جنرل کا لڑکا ہے اپنی حرکتوں کی بناء پر باپ نے گھر سے نکال دیا ہے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے۔ ہمارے سلسلے میں اُس کا رویّہ کس نوعیت کا ہے!“

”دونوں ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ بلیک میل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو پولیس انفارمر بن جائے گا۔“

”کیا اس قسم کی کوئی تحریک ہوئی ہے اُس کی طرف سے۔“

”ابھی تک تو نہیں ہوئی۔ لیکن ہمیں اس کا منتظر رہنا چاہیے!“

”تلاش کر کے ٹھکانے کیوں نہ لگا دیں۔!“ دوسرے آدمی نے کہا۔

”میں یہی چاہتا ہوں۔!“ سہراب طویل سانس لے کر بولا!

”بس اس کی ایک تصویر چاہیے... تلاش کر کے ختم کر دوں گا!“

”فوزیہ کا سُراغ ملا!“ سہراب نے سوال کیا۔

”نہیں۔ تلاش جاری ہے۔“

”تمہارے آدمی کاہل ہوتے جا رہے ہیں...!“

” ایسا تو نہیں ہے! کیا تم نے اُن کی کارکردگی ٹاؤن ہال میں نہیں دیکھی۔! “

” ہاں ۔ یہ کام تو سلیقے سے کیا گیا تھا۔“

” فوزیہ کو بھی جلد ہی ڈھونڈھ نکالیں گے۔! “

” آج کے کام کا چیک تمہیں کل مل جائے گا۔! “

” کیش ہو تو بہتر رہے گا۔! “

” کیش ہی سہی! “ سہراب نے لاپرواہی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی۔

پھر اِن کی میز پر کھانا سرو کیا گیا تھا۔ ادھر نیمو اور صفدر بھی آرڈر پلیس کر چکے تھے۔

” کیا خیال ہے! “ نیمو نے صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

” فوزیہ کی طرح اسے بھی غائب ہو جانا چاہیئے۔“

” اس سے کیا ہوگا۔! “

” سہراب کو مزید تھوڑی سی پریشانی ہو جائے گی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ ٹھیکے پر کام کرا رہا ہے۔“

” کیا طریقہ اختیار کرو گے۔! “ نیمو نے پوچھا

” یہاں سے نکل کر دونوں کے راستے الگ الگ ہوں گے ... فی الحال سہراب کو نظر انداز کر کے اسی پر نظر رکھی جائے۔ اُس کے بعد پھر جہاں بھی موقع ملے ہاتھ صاف کر دیں۔“

” ٹھیک ہے! “ نیمو سر ہلا کر بولا۔

” فون کا ریسیور عمران کے ہاتھ میں تھا۔ اور طویل فاصلے کی کال ہو رہی تھی دوسری طرف محکمہ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان تھے۔ شاید سوتے سے جگائے

گئے تھے اس لیے لہجے سے جھلاہٹ کا عنصر نمایاں تھا۔

” پچھلی رات بھی دیر سے سویا تھا۔ اب آج تم نے جگا دیا۔“

” مجھے افسوس ہے جناب۔! “

” تو کہو جلدی سے کیا کہنا ہے۔! “

” آپ کے ڈپٹی سیکریٹری والا معاملہ ہے! “

” کون سی نئی بات! “ دوسری طرف سے آواز آئی۔

” اول تو ڈپٹی سیکریٹری کی بجائے سیکریٹری مشہور ہے۔ لیکن محل نما دولت خانہ اُسے سیکریٹری سے بھی بڑی چیز ثابت کر رہا ہے۔“

” بڑا تیر مارا ہے تم نے! “ سر سلطان کا لہجہ طنز آمیز تھا۔

” جی ۔ میں نہیں سمجھا۔! “

” وہ محل نما عمارت مسعود وارث کے باپ نوابزادہ وارث علی خان کی ملکیت ہے اور نوٹ کرو کہ وہ پشتینی رئیس ہے! “

” مسعود وارث کی بیٹی نے بتایا تھا کہ وہ وزارت خارجہ کا سیکریٹری ہے۔“

” تمہیں اپنے آپ سے کبھی اتنی زیادہ دلچسپی ہی نہیں رہی۔ ورنہ تم انہیں صوبے کا گورنر بنا دیتے! “

” سبحان اللہ۔! “ عمران خوش ہو کر بولا ” کیا نکتہ عنایت فرمایا ہے۔“

” اور کچھ۔! “ سر سلطان غصیلے لہجے میں بولے۔

” مونا لیزا کی نواسی مسعود وارث کے محل میں پناہ لینے والی ہے۔“

” کیا مطلب۔! “

” متعلقہ آدمی نے مسعود وارث کی بیٹی کو بلیک میل کر کے اس کی پر آمادہ کیا ہے کہ وہ چند دنوں کے لیے مونا لیزا کی نواسی کی میزبان بننا منظور کر لے۔“

” تو پھر کیا ہوا؟ “ سر سلطان کے لہجے میں اضطراب تھا۔

” ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وہ وہاں پہنچ چکی ہو! “

"اگر ایسا ہے تو تمہارا اصل کام اب شروع ہو گا۔!"

"جی ہاں... یہی سوچ سوچ کر میرا دم نکلا جا رہا ہے۔"

"کیا مطلب۔!"

"مسعود وارث کی دختر پُرخطر شلی سلمیٰ... مُردوں کو خوفزدہ کرتی پھرتی ہے تین دن ہوئے میری گاڑی کو بھی سائیڈ مارنے کی کوشش کر چکی ہے۔"

"اچھا اب بکواس بند کرو۔ مجھے نیند آ رہی ہے!" سر سلطان کی آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔! عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر تک میز کے قریب ہی کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائیل کیے۔ پھر کئی بار کی کوشش کے بعد دوسری طرف کا ریسیور اُٹھا تھا اور ایک بھرائی ہوئی سی نسوانی آواز آئی تھی "ہیلو"!

"جولیا... ! یہ میں ہوں!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کہاں ہو۔ کیسے ہو۔؟"

"جہاں بھی ہوں ٹھیک ہوں... لڑکی کا کیا حال ہے!"

"شاید وہ کچھ بتانا چاہتی ہے۔ لیکن تمہاری ہدایت کے مطابق نہ اس سے کچھ پوچھا جا رہا ہے اور نہ اُس کے کسی سوال کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اطلاع اور بھی ہے۔!"

"جلدی سے کہہ جاؤ۔!"

"صفدر اور نیمو بھی کسی کو لائے ہیں اور تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔"

"کسے لائے ہیں...!"

"وہ ابھی بے ہوش ہی ہے۔ نام وہ دونوں بھی نہیں جانتے!"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں!" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اس چھوٹی سی عمارت میں وہ تنہا تھا۔ باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھا اور اُس عمارت کی

طرف روانہ ہو گیا جہاں اُس کے دوسرے ساتھی مقیم تھے۔

بائیں بازو کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس کے چہرے سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کسی جسمانی اذیت میں مبتلا ہے! جولیا برآمدے ہی میں منتظر ملی اُس کے ساتھ صفدر بھی تھا۔

"کسے پکڑ لائے ہو؟" عمران نے صفدر سے پوچھا! اور وہ اُسے بتانے لگا کہ کس طرح سہراب کا ایک ساتھی ہاتھ لگا ہے جس نے اُسے قتل کر دینے کا ذمہ لیا تھا۔

"کیا اب ہوش میں ہے!"

"نہ صرف ہوش میں ہے بلکہ بہت بڑی بڑی دھمکیاں بھی دے رہا ہے۔"

"تم بتاؤ... تمہارا بازو کیسا ہے!" جولیا بول پڑی۔

"ٹھیک ہے۔ چلو۔ وہ کہاں ہے!" عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ پھر پلٹ کر صفدر سے پوچھا "تم نے اُس پر یہ تو ظاہر نہیں کر دیا کہ اُسے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔"

"قطعی نہیں۔ کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ ہم تو ابھی تک صرف اس کی دھمکیاں سنتے رہے ہیں!"

"ٹھیک ہے۔!"

"صفدر عمران کو اس کمرے میں لایا جہاں اُسے بند کر رکھا تھا۔ جولیا ان کے ساتھ نہیں آئی تھی۔ وہ انہیں دیکھتے ہی کرسی سے اُٹھ گیا اور خونخوار آنکھوں سے گھورتا رہا۔"

"میں علی عمران ہوں... اور تمہیں یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ مجھے ٹھکانے لگا دو۔!"

صفدر نے اپنا ریوالور نکال لیا تھا جس کا رُخ اس کی جانب تھا۔

"تت... تم... عمران!" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

“ہاں۔ میں تم جیسوں کو زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ فوزیہ بھی یہیں ہے۔ مجھے قتل کر کے اُسے نکال لے جاؤ... !”

“آخر... تم چاہتے کیا ہو؟” اس نے بیحد نرم لہجے میں پوچھا۔

“وہی جو یہاں کا ہر فرد چاہتا ہے۔”

“میں نہیں سمجھا!”

“مونالیزا کی نواسی کے درشن۔”

“محض اتنی سی بات کے لیے دو قتل کر ڈالے۔!”

“تفصیل مجھے یاد نہیں!” عمران مسکرا کر بولا۔

“ایک وہ جو ٹوائیلٹ میں پایا گیا تھا۔ اور دوسرا وہ جو کمرہ نمبر بانوے میں ملا تھا۔”

“اچھا یاد آیا۔ ہاں ٹوائیلٹ والا۔ فوزیہ کا منگیتر تھا۔ اور دوسرا یہاں کا ایک دس نمبری بدمعاش۔”

“اور اب یہ تیسرا جرم تم لوگوں سے سرزد ہوا ہے کہ بے خبری میں مجھ پر حملہ کیا اور بے ہوش کر کے یہاں اُٹھا لائے۔”

“وہ جو تھا کہو... کیونکہ فوزیہ بھی ہمارے پاس ہے۔ اور انجکشن نصیب نہ ہونے کی بنا پر ایڑیاں رگڑ رہی ہے!” اس کا منگیتر دراصل یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اُسے انجکشن کہاں سے دستیاب ہوتے ہیں۔”

“اچھا تو پھر۔!”

“جیسے ہی مجھے علم ہوا میں نے اُسے قتل کر دیا کیونکہ اس کی محبوبہ کے لیے انجکشن میں ہی فراہم کرتا تھا۔!”

وہ کچھ نہ بولا۔ سختی سے ہونٹ بھینچے عمران کو گھورتا رہا۔

عمران نے کہا “اب تمہاری بچت اسی میں ہے کہ سہراب کے خلاف سرکاری گواہ بن جاؤ۔”

“میں کسی سہراب کو نہیں جانتا... !”

“اچھا تو پھر اپنا ہی نام بتا دو۔!”

“میں تم سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں!” اُس نے کہا۔

“کیا فائدہ۔!” عمران مسکرا کر بولا “میرے پاس سودے بازی کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔!”

“اڑنے کی کوشش نہ کرو... ہم جانتے ہیں کہ تم بلیک میلر ہو۔ اور جب تمہارا شکار بلیک میل ہونے سے انکار کر دیتا ہے تو تم پولیس کے مخبر بن جاتے ہو!”

“بہت خوب میرے متعلق تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں!”

“ہم سے سودا کر کے تم گھاٹے میں نہیں رہو گے۔!”

“اگر یہ بات ہے تو ہماری گفتگو دوستانہ ماحول میں ہونی چاہیئے... !” عمران نے کہا۔

“میرا بھی یہی مشورہ ہے۔!”

“میں نے تمہارا نام پوچھا تھا!”

“ساجد جمالی... جلال آباد میں گمنام بھی نہیں ہوں۔! اگر وہ لڑکی فوزیہ سچ مچ تمہارے ہی قبضے میں ہے تو اُسے بھی اس گفتگو میں شریک کر سکتے ہو!”

“میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔” عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ “ریوالور ہولسٹر میں رکھ لو... اور فوزیہ کو یہاں لاؤ۔ مسٹر ساجد جمالی سے اب کاروباری باتیں ہوں گی۔”

صفدر نے خاموشی سے تعمیل کی۔ ساجد جمالی عجیب نظروں سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتہً اُس نے اُس پر چھلانگ لگا دی... عمران نے بڑی پھرتی

سے جُھک کر اُسے اپنی پشت پر لیا اور دوسری طرف اُچھال دیا۔ ساجد کا سر سامنے والی دیوار ٹکرایا تھا! اوندھے منہ فرش پر چلا گیا۔ سر کی چوٹ نے فوری طور پر اُٹھ جانے سے باز رکھا۔

"ساجد پہلوان! میرے ساتھ محتاط رہو۔ مجھے علم ہے کہ تم فری اسٹائل کُشتیوں میں بہت نام کما چکے ہو۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا تم بھول گئے ہو کہ تین عدد چاقو بازوں کے ہاتھوں میں کُھلے ہوئے چاقو تھے اور میں بالکل نہتا تھا۔"

ساجد اُٹھ گیا اور ڈھٹائی سے ہنس کر بولا! "میں صرف اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ حقیقتہً وہی شخص ہو نا جس کا شہرہ سُنتا رہا ہوں۔"

"اب بھی اطمینان نہ ہوا ہو تو مزید ہاتھ پیر ہلا دیکھو۔!"

"نہیں۔ بس! میں اب مطمئن ہوں۔۔۔!"

"بیٹھ جاؤ۔!" عمران نے کُرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ گیا اور اس طرح مُسکراتا رہا۔ جیسے ابھی تک بچوں کی طرح لایعنی شرارتیں کرتا رہا ہو۔ اتنے میں صفدر فوزیہ کو بھی لے آیا۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بہت نمایاں نظر آنے لگے تھے! عمران پر نظر پڑتے ہی گھگھیائی۔ "خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔۔۔ میں سب کچھ بتا دوں گی!"

"تم کیا بتا دوگی؟" دفعتہً ساجد غُرّایا اور وہ چونک کر اُسے اس طرح دیکھنے لگی جیسے وہاں اُس کی موجودگی سے لاعلم رہی ہو۔

"تت۔ تم۔!" وہ ہکلا کر رہ گئی!

"تم اپنی زبان قطعی بند رکھو گی۔۔۔!" ساجد نے سخت لہجے میں کہا!

"مسٹر ساجد جمالی۔۔۔ یہ تمہارا ڈرائنگ روم نہیں ہے!" عمران بولا۔

"اب تم اسے واپس بھیج سکتے ہو!" ساجد نے کہا! "میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ فوزیہ ہے بھی یا نہیں۔!"

"ہے نا۔!" عمران نے مُسکرا کر پوچھا۔ پھر یک بیک بجد سنجیدہ نظر آنے لگا۔ ساتھ ہی اب وہ ساجد کو اُس طرح گھور رہا تھا جیسے اُس کے حق میں کوئی خطرناک فیصلہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔! اُدھر ساجد کے تیور بھی اچھے نہیں تھے!

عمران نے فوزیہ کی طرف ہاتھ ہلا کر صفدر سے کہا! "اسے واپس لے جاؤ اور انجکشن دے دو۔ سامان میرے بریف کیس میں موجود ہے!"

صفدر اُسے واپس لے گیا۔۔۔ اور عمران نے ساجد سے سوال کیا۔ "تم نے کس سلسلے میں اُسے زبان بند رکھنے کی ہدایت کی ہے؟"

"میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔!"

"اپنے وکیل کی موجودگی میں بھی نہیں؟" عمران نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں پوچھا۔ وہ سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔۔۔!

"یہ تمہیں یک بیک کیا ہو گیا مسٹر ساجد!۔۔ تم تو مجھ سے کاروباری گفتگو کرنے جا رہے تھے۔۔۔!"

وہ اس پر بھی کچھ نہ بولا۔ آخر عمران نے کہا۔ "لیکن فوزیہ کو دیکھتے ہی تم نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اُسے بھی زبان بند رکھنے کا حکم دے دیا!"

"میں ایک معزز شہری ہوں اور تم نے مجھے حبسِ بے جا میں رکھ چھوڑا ہے اس کے لیے تمہیں عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے گا!"

"یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کس قسم کے معزز شہری ہو!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "فوزیہ کے منگیتر کے قتل میں تمہارا ہی ہاتھ ہے۔ جنہوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا تمہارے ہی گرگے تھے۔ تم سہراب کے لیے معاوضے پر کام کر رہے ہو۔"

"کہے جاؤ۔ زبان تمہاری اپنی ہے!" ساجد سر ہلا کر بولا۔

صفدر واپس آ گیا اور عمران اُٹھتا ہوا بولا۔ "اسے بند رکھو اور اس سے اعتراف راؤ کہ یہ فوزیہ کے منگیتر کے قتل میں ملوث ہے اور مجھ پر حملہ کرنے والے تینوں

چاقو باز اسی کے آدمی تھے۔!"

"تم پچھتاؤ گے!" ساجد غرّایا۔

لیکن عمران اس کی جانب توجہ دیئے بغیر صفدر سے بولا۔ "دو چار پسلیاں یا ایک آدھ دانت ٹوٹ جائے تب بھی اپنا عمل اس وقت تک جاری رکھنا جب تک یہ اعتراف نہ کرے۔"

اس کمرے سے نکل کر عمران جولیا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"اب کیا سونے بھی نہیں دو گے!" اندر سے آواز آئی۔

"اچھا اچھا... سو جاؤ...!"

"ٹھہرو۔ صدیقی کی میسیج ہے!" جولیا نے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ اس نے شب خوابی کے لباس پر گاؤن پہن رکھا تھا۔

"میں اندر نہیں آؤں گا۔ صدیقی کا پیغام۔!"

"ابھی ابھی اس نے اطلاع دی ہے کہ سہراب کے آدمی ایک برقعہ پوش عورت کو وارث محل کے قریب اتار گئے ہیں۔ اُن کے چلے جانے کے بعد عورت نے برقعہ اتار کر سوٹ کیس میں رکھ لیا اور پیدل چل کر وارث محل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔"

"شکریہ...!"

"کیا تم پھر واپس جا رہے ہو!"

"نہیں۔ ذرا فوزیہ سے دو چار باتیں ہوں گی!..."

"میرا خیال ہے کہ تم اُس سے گفتگو... میں اُسے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کر رہی ہوں!" جولیا نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ او کے.. بائی بائی۔!"

"زخمی بازو کا خیال رکھنا!" جولیا نے اونچی آواز میں کہا کیونکہ اتنی دیر میں عمران

صفدر دروازے تک پہنچ چکا تھا۔

شیلی حیران رہ گئی۔ ایک ٹک اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ اور وہ بھی گم سم کھڑی تھی۔ وہی چہرہ۔ ہو بہو وہی چہرہ۔ مونا لیزا کی پورٹریٹ کے سامنے کھڑی کر دی جاتی تو بالکل ایسا ہی لگتا جیسے آئینے کے سامنے کھڑی ہو!

بالآخر اس نے اکھڑی اکھڑی سی انگلش میں کہا۔ "تم بہت مہربان معلوم ہوتی ہو۔!"

"اوہ... خوش آمدید...!" شیلی چونک کر بولی۔ "تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی!"

پھر اس نے خود ہی اُس کے ہاتھ سے سوٹ کیس لے لیا اور اُسے ایک ملازم کو تھماتی ہوئی بولی۔ "اسے لے جاؤ اور اُس کمرے میں رکھ دو جو مہمان کے لیے تیار کیا گیا ہے۔"

ملازم سوٹ کیس لے کر چلا گیا اور شیلی اُسے نشست والے کمرے میں لے آئی۔

"کچھ کھانے پینے کی خواہش ہو۔ لیکن شراب نہ پیش کر سکوں گی۔ ہمارے یہاں کوئی نہیں پیتا!" شیلی نے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ کھانا بھی کھا چکی ہوں۔ البتہ اگر کافی پلوا سکو تو شکر گذار ہوں گی!"

"ضرور ضرور!" شیلی اٹھتی ہوئی بولی، "میں ابھی آئی۔"

کچن میں پہنچ کر اس نے خانساماں سے کافی کے لیے کہا اور سٹنگ روم میں واپس آئی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے سہراب کی آواز آئی۔ "میں شکر گذار ہوں محترمہ۔!"

"کوئی بات نہیں! مجھے خوشی ہے کہ سب سے پہلے میں نے اُسے دیکھا!"

"ویسے ایک ضروری بات سے آگاہ کر دوں۔ وہ کسی قدر دماغ سے اُتری ہوئی ہے... نہیں خطرناک نہیں ہو جاتی۔ بس اس کی کسی بات کا اعتبار نہ کیجئے گا۔"

"مم... میں نہیں سمجھی...!"

"کبھی کبھی ذہنی رو بہکتی ہے اور وہ ناقابلِ فہم باتیں کرنے لگتی ہے۔ جھوٹ بھی بولتی ہے۔ مثلاً وہ یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ آپ کے گھر اس لیے بھیجی گئی ہے کہ آپ کو قتل کر دے یا آپ کی تجوری کا صفایا کر دے... اپنے بارے میں عجیب عجیب قصے بھی سُنا سکتی ہے!"

"ابھی تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔" شلی نے طویل سانس لے کر کہا!

"میں نے سوچا آپ کو آگاہ کر دوں... کہیں آپ پریشان نہ ہو جائیں۔"

"شکریہ! میں خیال رکھوں گی لیکن آپ بھی اپنا وعدہ یاد رکھیئے گا۔ صرف دو دن کی بات ہوئی تھی...!"

"مطمئن رہیے۔ اس کے خلاف نہیں ہو گا! اچھا شب بخیر۔"

"شب بخیر...!" شلی نے کہا اور دوسری طرف انقطاع کی آواز سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

فوراً ہی پھر گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اس بار عمران کی آواز سنائی دی تھی۔

"پہنچی یا نہیں؟"

"ہاں! دس منٹ بعد پھر رنگ کرنا!" کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور لوئیسا کے پاس آ بیٹھی...!

"تمہارا نام لوئیسا ہے نا؟" اس نے اس سے پوچھا۔

"ہاں اور تمہارا؟"

"شلی...!"

"کانوں کو اچھا لگتا ہے!" وہ مسکرا کر بولی

"کافی جلد ہی آ جائے گی۔ اور جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلفی سے کہہ دینا۔"

"ضرور۔ ضرور۔ تم بہت مہربان معلوم ہوتی ہو۔ میرا سابقہ زیادہ تر سخت گیر لوگوں سے پڑتا رہا ہے۔ میں بہت مظلوم ہوں۔"

"سن کر افسوس ہوا۔"

"میں نہیں جانتی کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں۔ لیکن اطالوی روانی سے بول سکتی ہوں۔ انگلش اچھی نہیں ہے۔ اعتماد کے ساتھ نہیں بول سکتی! پتا نہیں میں اپنا مافی الضمیر بیان کر پا رہی یا نہیں۔"

"نہیں، تم اچھی خاصی انگلش بول سکتی ہو۔" شلی نے کہا۔ "میں اطالوی سے نابلد ہوں۔ یورپی زبانوں میں صرف انگلش بول اور سمجھ سکتی ہوں...!"

"تمہاری انگلش بہت اچھی معلوم ہوتی ہے!"

"شکریہ!"

اتنے میں ایک ملازم کافی کی ٹرالی لے آیا۔ اس پر کھانے کی بھی کچھ چیزیں نظر آ رہی تھیں۔

شلی نے ملازم سے کہا کہ وہ مہمان کے لیے کافی انڈیلے اور لوئیسا سے معذرت کر کے وہاں سے اُٹھ آئی۔ اور ٹیلیفون کے نظام میں ایسی تبدیلی کر دی کہ ساری کالیں صرف لائبریری کے فون پر آئیں۔ اس کے بعد وہ لائبریری میں پہنچ کر عمران کی کال کا انتظار کرنے لگی۔

ملازم کو ہدایت کر آئی تھی کہ وہ اُس کی واپسی تک ڈرائنگ روم ہی میں ٹھہرے ٹوٹی پھوٹی انگلش وہ بھی بول سکتا تھا۔

بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔ ٹھیک دسویں منٹ پر فون کی گھنٹی بجی اور اس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اُٹھا لیا!

"میرا خیال ہے کہ دس منٹ پورے ہو گئے!" عمران کی آواز آئی۔

"سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم مجھے دھوکہ دے کر چلے کیوں گئے؟" شلی نے غصیلے لہجے میں پوچھا!

"کچھ ایسا ہی ضروری کام تھا۔ اب پھر فرصت ہے۔"

"میں چاہتی ہوں کہ جب تک وہ یہاں رہے تم بھی رہو۔!"

"میں نے کب انکار کیا ہے اس سے!"

"تو پھر فوراً آؤ۔ یہیں لائبریری میں رہنا ہوگا تمہیں!"

"دیکھو! میں اسی وقت لائبریری تک پہنچ سکوں گا۔ جب چوکیدار غافل ہو جائے۔ خیر تم بتاؤ کیا رہا؟"

"وہ آگئی ہے اور اس وقت ڈرائینگ روم میں بیٹھی کافی پی رہی ہے۔ تمہاری کال اس کی موجودگی میں ریسیو نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے دس منٹ بعد کی بات کی تھی۔"

"میں سمجھ گیا تھا۔"

پھر شلی نے اسے سہراب کی کال کے بارے میں بتاتے ہوئے پوری گفتگو دہرا دی تھی۔

"کوئی بڑا چکر ہے!"

"لیکن مجھے کسی چکر سے کیا سروکار... یہاں تو ڈیڈی بھی نہیں رہتے کہ انہی کا کوئی معاملہ سمجھا جا سکتا... کیونکہ وہ محکمہ خارجہ سے تعلق رکھتے ہیں!"

"تم اپنے ڈیڈی کے بارے میں اتنی ڈینگیں کیوں مارتی ہو...!"

"کیا مطلب۔!"

"تم نے بتایا تھا کہ تمہار ڈیڈی سیکرٹری ہیں۔ جب کہ سیکرٹری صاحب ابھی ریٹائر ہوئے ہیں اور نہ فی الحال مرتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں!"

"ہو سکتا ہے بے خیالی میں کہہ دیا ہو یا تمہیں غلط یاد آ رہا ہو۔ ڈپٹی سیکرٹری تو سر سلطان ہیں رشتے میں میرے خالو لگتے ہیں!"

"یہ بتانا کیا ضروری تھا۔"

"ڈینگیں مار رہی ہوں...!" وہ جھلا کر بولی۔

"خیر... خیر... کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میں عقبی پارک کی طرف سے آ جاؤں، دراصل بازو کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ اگزاہاسٹ پائپ کے ذریعے سے اوپر پہنچنے میں دشواری ہوگی۔!"

"تم ادھر سے کیسے آؤ گے!"

"عقبی دروازہ کھول دینا... اور ادھر کی راہداری کی لائٹ آف کرا دینا۔!"

"اتنا زیادہ جانتے ہو یہاں کے بارے میں...!"

"کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑتا۔!"

"اچھی بات ہے! یہی سہی...!" کہہ کر شلی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا!

پھر وہ نیچے آئی اور اس طرف چل پڑی جدھر سے عمران کے داخلے کا انتظام کرنا تھا۔ اس میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

ڈرائینگ روم میں لوئیسا ملازم کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرتی ہوئی پائی گئی اور پھر شلی کو دیکھتے ہی ہنس پڑی۔

"میں اسے بتا رہی تھی کہ اٹلی میں لوگ کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں!" اس نے بالآخر وضاحت کی!

شلی نے ملازم کو جانے کا اشارہ کیا اور لوئیسا سے بولی! "اب چلو میں تمہیں، تمہاری خواب گاہ تک پہنچا دوں۔"

"کیا مجھے تنہا سونا پڑے گا!" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"ہاں ہم سب الگ کمروں میں سوتے ہیں!"

"تم لوگ بہت دولت مند معلوم ہوتے ہو... مجھے اپنے والدین سے بھی ملاؤ!"

"فی الحال وہ سب باہر گئے ہوئے ہیں! میں تنہا ہوں..."

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ مجھے اپنے کمرے میں سُلا لو۔!"

"وہاں ایک ہی بستر ہے!"

"میرے لیے فرش پر انتظام کر دینا! کسی وجہ سے میں تنہا نہیں رہنا چاہتی!"

"ڈر لگتا ہے؟" رشل نے پوچھا!

"یہی سمجھ لو۔"

"کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم مونا لیزا کی نواسی ہو!"

"میں نہیں جانتی! انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ میرا نام لوشیا ہے اور میں مونا لیزا کی نواسی ہوں۔"

"کس نے بتایا ہے۔!"

"اُسی نے جس نے یہاں بھیجا ہے!"

"تمہاری مراد سہراب سے ہے!"

"ہاں... سہراب کہتا ہے کہ میں اُس کی ماڈل ہوں لیکن اس نے میری وہ تصویریں کب بنائیں۔! تم خود سوچو... ماڈل کا مطلب یہ ہے کہ تصویر بناتے وقت ماڈل سامنے ہو۔ لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس نے کبھی مجھے سامنے بٹھا کر کوئی تصویر بنائی ہو۔"

"واقعی بڑی عجیب بات...!"

"اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مجھے علم نہیں کہ میں سہراب کے پاس کس طرح پہنچی... کیونکہ اس سے پہلے میں جہاں تھی وہاں کے لوگ جرمن بولتے تھے۔!"

"تم بڑی عجیب باتیں کر رہی ہو۔!"

"میں بہت خوفزدہ ہوں۔"

"آخر کیوں؟"

"کیا یہ خوفزدہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے تمہیں ابھی بتایا ہے! میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکی!"

"کیا نہیں سمجھیں!"

"یہی کہ تمہیں علم ہی نہیں کہ تم سہراب کے پاس کیسے پہنچیں۔"

"اس کے لیے میں قسم کھا سکتی ہوں!"

"اور تمہیں سہراب سے کوئی شکایت بھی نہیں؟"

"ہے کیوں نہیں! میں اُس سے بہت خوفزدہ ہوں۔ پتا نہیں وہ کیا چاہتا ہے اور میرے توسط سے کیا کرنا چاہتا ہے!"

"کیا تمہیں اپنے والدین یاد ہیں۔!"

"نہیں! میں ان کے بارے میں سوچتی ہوں اور میرا سر گھومنے لگتا ہے!"

"تم نے سہراب سے اپنے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی ہوگی!"

"ظاہر ہے... لیکن اس کا جواب میری سمجھ میں نہیں آیا!"

"وہ کیا کہتا ہے؟"

"یہی کہ میں نے تمہیں پچاس ہزار ڈالر میں خریدا ہے! میں پوچھتی ہوں کہ کس سے خریدا ہے تو وہ کسی جرمن کا نام لیتا ہے!"

"یہاں کیوں بھجوایا ہے تمہیں؟"

"کہہ رہا تھا کہ کوئی بدمعاش آدمی مجھے اس سے چھین لینا چاہتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کتنی مشکل میں ہے میری زندگی!"

"واقعی بڑی عجیب بات ہے!" رشل نے کہا۔ اُسے اُس کے بارے میں سہراب کی ہدایات یاد آنے لگیں جو اُس نے اُس کے پہنچنے کے بعد ہی فون پر دی تھیں۔

"مجھے تمہارے چہرے پر انسانیت کا نور نظر آ رہا ہے!" وہ شلی کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی "تم ضرور میری مدد کرو گی۔"

"میں کس طرح تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔!" شلی نے پوچھا۔

"مجھے کہیں چھپا دو اور سہراب سے کہہ دینا کہ میں تمہیں اطلاع دیئے بغیر کہیں چلی گئی ہوں!"

شلی چکرا کر رہ گئی اس کی درخواست پر اس کا جواب کیا ہونا چاہیے۔ اگر وہ بقول سہراب کسی قدر دماغ سے اُتری ہوئی ہے۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ سہراب نے اس کے بارے میں سچ ہی بولا ہو۔ آخر اس نے بلیک میل ہی کر کے تو اپنی کاربراری کی تھی۔ وہ کوئی اچھا آدمی تو تھا نہیں۔ اس مرحلے پر بھی شلی کو عمران کے مشورے کی ضرورت تھی۔

"میں اس معاملے پر غور کروں گی!" اس نے لوئیسا سے کہا۔

"غور کرو گی!" وہ حیرت سے بولی اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے۔ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرنے کے سلسلے میں غور و فکر کا کیا کام۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ مجھ سے جھوٹ بولا بھی جائے گا یا نہیں۔"

"تم مجھے ایک بڑے آدمی سے نجات دلاؤ گی۔ لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہو گا بلکہ اسے حکمت عملی کہیں گے۔"

"اچھا۔ اچھا" شلی سر ہلا کر بولی۔ تم یہاں دو دن مقیم رہو گی اسی دوران میں کوئی تدبیر کر لی جائے گی۔"

"لیکن مجھے اپنے ہی کمرے میں سُلانا۔ تنہا نہیں سوؤں گی۔۔!"

"اچھا۔ ٹھہرو۔۔۔! میں اپنی خوابگاہ میں ایک دیوان ڈلوائے دیتی ہوں۔۔!" شلی نے کہا! اور پھر ڈرائنگ روم سے نکل آئی۔ ملازم اونگھ رہے تھے۔ شاید منتظر تھے کہ وہ دونوں سونے کے لیے چلی جائیں تو خود بھی اپنے ٹھکانے سے لگیں۔

شلی انہیں ہدایات دے کر اسی جانب چل پڑی۔ جدھر سے عمران کو داخل ہونا تھا۔ اُس طرف کا دروازہ بند ملا۔ گویا عمران نے داخل ہو کر دروازہ بولٹ کر دیا تھا اور اب وہ لائبریری میں ہو گا۔ یہی سوچتی ہوئی اوپری منزل کے زینوں کی طرف بڑھی۔ لیکن لائبریری میں پہنچ کر بھونچکی رہ گئی! عمران کی بجائے وہاں سہراب نظر آیا تھا۔ اور اس طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے کسی چیز کی تلاش میں ہو۔ شلی کا پارہ چڑھ گیا اور وہ گرج کر بولی "یہ کیا حرکت!"

"گرم ہونے کی ضرورت نہیں!" سہراب نے تلخ لہجے میں کہا۔ میں ایک ایسے آدمی کا پیچھا کرتا ہوا یہاں پہنچا ہوں جو چوروں کی طرح عقبی پارک سے یہاں داخل ہوا تھا۔"

"چوروں کی طرح داخل ہوا تھا۔۔۔" شلی نے حیرت سے کہا "لیکن آپ یہاں کیا کر رہے تھے۔!"

"لوئیسا کا تحفظ کرنا میری ذمہ داری ہے۔!"

"اگر آپ اسے یہاں غیر محفوظ سمجھتے تھے تو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی! اور پھر سیدھے اسی طرف کیوں چلے آئے؟"

"اور آپ کیوں آئیں۔!"

"مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی زینوں سے گذرا ہو۔۔۔ ملازموں کا بغیر اجازت اوپر جانا منع ہے!"

"میں اس لیے سیدھا ادھر آیا کہ وہ بھی اِدھر ہی آیا تھا۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔۔۔ عقبی دروازہ بند رہتا ہے۔ یا پھر ہو سکتا ہے وہ کوئی ملازم ہی رہا ہو۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔۔۔!"

"اُدھر کس کی خواب گاہ ہے!" سہراب نے دادجان کی خواب گاہ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔ شیلی کو پھر طیش آگیا۔

"تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔۔۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ میں نے اسے پناہ دے دی ہے!"

"میں دوسری بات سوچ رہا ہوں محترمہ!"

"کہو جلدی سے ... تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے!"

"حالانکہ میں اب یہیں ٹھہرنے کی سوچ رہا ہوں ..."

"تم ہوش میں ہو یا نہیں ۔!"

"میں بالکل ہوش میں ہوں۔ جیسا کہ آپ نے بتایا کہ یہاں ملازم بھی اجازت حاصل کئے بغیر نہیں آسکتے تو یہی جگہ میرے لیے بے حد مناسب رہے گی اور میں قریب رہ کر ٹونیسا کی حفاظت کر سکوں گا۔ اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ کے ملازموں کو بھی علم نہیں ہو سکے گا کہ میں یہاں موجود ہوں!"

"میں اس پر تیار نہیں ہو سکتی۔ تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ!"

"محترمہ آپ ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔ اگر عقبی دروازے سے آنے والا آپ کا کوئی ملازم تھا تو اس نے دروازے کو بولٹ کیوں نہیں کر دیا اور اندر داخل ہو جانے کے بعد — اس نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا تبھی تو میں اندر پہنچ سکا!"

"ہو سکتا ہے اسے دوبارہ باہر جانا رہا ہو!"

"لیکن وہ اوپر آیا تھا۔ اور پھر یہاں سے اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی!"

"یہاں سے آسمان کی طرف پرواز کر گیا ہوگا!" شلی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آپ میری بات پر یقین کیوں نہیں کرتیں۔ وہ اوپر ہی آیا تھا۔ کیا کوئی دوسرا زینہ بھی یہاں موجود ہے!"

"اگر ہوتا تو آسمان کی طرف پرواز کر جانے والی بات نہ کرتی ...!"

"تو پھر ادھر آیئے میں آپ کو دکھاؤں۔ اس کمرے کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے وہی جس کے قریب سے اکز ہاسٹ پائپ گذرتا ہے!"

"وہ اکز ہاسٹ پائپ کے سہارے نیچے اتر گیا ہوگا!"

شلی ہنس پڑی اور بولی "عجیب احمق آدمی تھا کہ دروازے سے داخل ہوا اور پائپ کے سہارے نیچے اتر کر پھر باہر چلا گیا!"

"تھا نا احمق!" سہراب انگلی اٹھا کر بولا "ہو سکتا ہے وہی احمق ہو جس کے ساتھ آپ، دونوں نے کمرہ نمبر بانوے میں کھانا کھایا تھا۔"

"اچھا تو پھر! تم سے مطلب!" شلی آنکھیں نکال کر بولی۔

"آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ وہ دو آدمیوں کا قاتل ہے ایک کو پستول سے مارا اور دوسرے کو چاقو سے!"

"دوسرے کو چاقو سے مارنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اس کے پاس پستول بھی تھا۔"

"اس قسم کے سوالات میں ذہن کو نہ الجھایئے۔ آپ کی پوزیشن بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ مجھے تو وہ اسی شخص کا کارپرداز معلوم ہوتا ہے۔ جو ٹونیسا کو اغوا کرا لینا چاہتا ہے۔"

"جہنم میں جائے میں کچھ نہیں جانتی۔ وہ میری اس سے دوسری ملاقات تھی۔ ایک دن پہلے اس نے ہمیں کچھ غنڈوں سے بچایا تھا اور دوسری دفعہ اس سے آرٹ گیلری میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہاں بھی اس نے ہماری مدد کی اور ایک چور زینے سے اوپری منزل میں پہنچا دیا۔"

"وہ چور زینہ نہیں ہے محترمہ، بلکہ میرے آفس سے اوپر جانے کا براہ راست ذریعہ ہے۔!"

"ہاں اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ آپ کا آفس ہے!"

"وہاں بھی چوروں کی طرح داخل ہوا تھا!" سہراب نے حقارت سے کہا اور "آپ کی مدد محض ایک ڈرامے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح اس نے آپ سے متعارف ہونے کی کوشش کی تھی!"

"مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس لیے؟"

"یہی تو میں دیکھوں گا؟"

"آپ کیوں دیکھیں گے؟" "میں نے آپ سے درخواست تو نہیں کی اُس معاملے میں ضرور ٹانگ اڑائیے۔!"

"اب تو مجھے دیکھنا ہی پڑے گا کہ کہیں وہ اسی ذی اثر آدمی کا کارپرداز تو نہیں ہے!"

"کس ذی اثر آدمی کی بات کر رہے ہیں!"

"بعض وجوہ کی بنا پر اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا!"

"ہوگا۔ وہ بھی جہنم میں جائے۔ اب میں آپ سے پوچھتی ہوں۔ کیا یہ گھر محفوظ ہے؟"

"میں نہیں سمجھا!"

"وہ اندر آیا کسی کے کان پر جوں نہ رینگی۔ آپ تشریف لائے کسی کو علم نہ ہو سکا۔ اگر مجھے ایک ضروری کام یاد نہ آگیا ہوتا تو میں بھی ادھر توجہ نہ دیتی۔ پھر وہ ڈونیسا یہاں کیسے محفوظ رہ سکتی ہے!"

"مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ واقعی یہ عمارت محفوظ نہیں ہے۔ معمولی چور اُچکے بھی یہاں داخل ہو سکتے ہیں! اسی لیے میں بھی یہاں قیام کرنے پر مجبور ہو گیا!"

شلی کو پھر غصہ آتے آتے رہ گیا۔ بڑی عجیب پوزیشن میں تھی۔ پولیس سے رجوع کرنے کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ملازموں کو بلاتی تب بھی بات پولیس ہی تک جا پہنچتی۔ اب اُسے عمران پر از حد غصہ آ رہا تھا۔ محض اس کا وجود کتنی پریشانیوں کا باعث بن گیا... ! آیا تھا۔ لیکن پھر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔ لیکن سہراب کے قیام کے تصور سے ہی دل لرز رہا تھا... کاش وہ پہلے ہی جی کڑا کر کے ڈونیسا کو پناہ دینے سے انکار کر دیتی۔ پتا نہیں ان حالات کی تہہ میں کیا تھا۔ پہلے ڈونیسا کو بھیجا پھر خود بھی آ پہنچ گیا۔ آخر اسی کا مکان کیوں؟" سہراب کہیں اور بھی ڈونیسا

کو رکھ سکتا تھا۔ پھر اس کو فوزیہ یاد آئی۔ آخر اُس نے اُس پر کیوں نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اُس کے سہراب سے مراسم تھے!

"اب آپ کیا سوچ رہی ہیں!" دفعتہً سہراب نے پوچھا۔

"یہی کہ میں واقعی بڑی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔!"

"اور اس کی ذمہ داری اُسی احمق پر ہے جو ہم دونوں کا مشترکہ دشمن ہے! بظاہر احمق لیکن بباطن بےحد چالاک۔ اس نے پہلے ہی سے اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ میں ڈونیسا کے سلسلے میں کسی دشواری میں پڑ جانے پر کدھر کا رُخ کروں گا۔ لہٰذا اس نے آپ سے بھی جان پہچان پیدا کرنے کی کوشش کی۔!"

"میری وہ سہیلی فوزیہ بھی مفقود الخبر ہو گئی ہے! اور اُس کا منگیتر بھی آپ کی آرٹ گیلری ہی میں مار ڈالا گیا...!"

"اوہو۔ تو وہ آپ کی سہیلی کا منگیتر تھا۔! بڑی عجیب بات ہے۔ حیرت انگیز!" شلی اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ صرف حیرت ظاہر کر کے رہ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا اب تو یہ بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ میں آپ کے لیے مخدوش ہوں یا وہ ہے؟"

"میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا... میں سونے جا رہی ہوں!" وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"اور مجھے یقین ہے کہ آپ کوئی غیر ذمہ دارانہ قدم نہیں اُٹھائیں گی!" سہراب نے کہا

شلی ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔ ڈونیسا کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی۔ اُس نے اُسے جگایا اور ہڑبڑا کر سیدھی بیٹھ گئی۔

"میری خوابگاہ میں چلو تمہارے سونے کا بھی وہیں انتظام ہو گیا ہے!" شلی نے کہا۔ اور وہ اس کا شکریہ ادا کر کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

خوابگاہ میں پہنچی اور دیوان پر سادھوؤں کی طرح پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ خود شلی بھی

یہی چاہتی تھی کہ اس سے مزید کچھ باتیں ہو جائیں تو بہتر تھا۔ بیٹھنے کا انداز یہی بتا رہا تھا کہ شاید وہ بھی فوری طور پر سو جانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔

شلی اُس کے قریب بیٹھ کر آہستہ سے بولی۔ ”میں نے سوچا تھا کہ تمہاری کچھ مدد کروں لیکن اب یہ ناممکن ہے…!“

”کیوں؟ اب کیوں ناممکن ہے! کیا یہاں سونے کی وجہ سے!“ اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

”نہیں — شاید سہراب جانتا تھا کہ تم فرار ہونے کی کوشش کرو گی۔ اس لیے وہ بھی یہیں آ گیا ہے!“

”وہ بھی آ گیا ہے…!“ لوئیسا بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

”بیٹھ جاؤ —!“ شلی ہاتھ اُٹھا کر بولی! وہ واقعی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے لیے کیا کروں… وہ اوپری منزل پر چھپا بیٹھا ہے!“

”تت… تم… پولیس کو مطلع کر دو… میری مدد کرو…!“ لوئیسا گھگھیا کر بولی۔

”یہی تو نہیں کر سکتی… کیونکہ وہ مجھے بلیک میل کر رہا ہے!“

”نہیں!“ لوئیسا اُچھل پڑی اور پھر دہشت زدگی نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا… ایسا لگتا تھا جیسے زبان گنگ ہو کر رہ گئی ہو!

”تب پھر… تب پھر… تم میرے لیے کیا کر سکو گی!“ وہ تھوڑی دیر بعد روہانسی ہو کر بولی۔

”میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں… یقین کرو…!“ شلی نے کہا۔

”لل… لیکن وہ تمہیں بلیک میل کر رہا ہے… اُس نے تو مجھ سے یہ کہا تھا کہ تم اُس کی دوست ہو… میں یہ کبھی نہ چاہوں گی کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے…! وہ ظالم ہے۔ بے حد ظالم… کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں!“

شلی کو وہ کہانیاں یاد آ گئیں جن میں یادداشت کھو بیٹھنے والے کرداروں کے واقعات پڑھے تھے۔ پتا نہیں اس بیچاری پر کیا گزری ہے؟ اور سہراب اُسے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے! وہ اس کا شانہ تھپک کر بولی ”تم فکر نہ کرو۔ تمہیں یہیں ایسی جگہ چھپا دوں گی کہ اس کے فرشتے بھی نہ تلاش کر پائیں گے۔ اور اُس سے کہہ دوں گی کہ میں گہری نیند سو رہی تھی۔ تم پتہ نہیں کب اُٹھ کر کہاں چلی گئیں۔!“

”کیا یہ ممکن ہے؟“ وہ خوش ہو کر بولی۔

”بس فی الحال اس سلسلے میں خاموشی اختیار کر لو!“ شلی نے آہستہ سے کہا۔

”اگر شب خوابی کا لباس پہننا چاہتی ہو تو باتھ روم میں چلی جاؤ۔ ہم روشنی بجھا کر اس طرح لیٹیں گے۔ جیسے سو گئے ہوں…!“

”اچھا… اچھا…!“ وہ سر ہلا کر بولی۔

تھوڑی دیر بعد خوابگاہ کی روشنی بجھ گئی تھی۔ ملازمین شاید اس کے منتظر تھے۔ انہوں نے بھی متعدد جگہوں کی روشنیاں بجھائیں اور سونے کے لیے چلے گئے۔ لیکن اوپر لائبریری کی کھڑکیاں اب بھی روشن تھیں… لیکن کہیں بھی حرکت کے آثار نظر نہیں آتے تھے —

قریباً ڈھائی بجے شلی اُٹھ کر دیوان کے قریب آئی اور لوئیسا کو جگانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ بولی! ”میں جاگ رہی ہوں…!“

”چلو… اُٹھو چلو… شلی نے کہا۔

”کہاں لے جاؤ گی…؟“

”یہیں… ایک ایسا تہہ خانہ یہاں موجود ہے کہ تم گھٹن محسوس کیے بغیر وہاں ہفتوں رہ سکتی ہو…!“

”وہ تلاش تو نہیں کرے گا…!“

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے علاوہ یہاں اس وقت اور کوئی اُس کے

راستے سے واقف نہیں ہے !"

"اوہ ... تب تو شاید میں بچ جاؤں.. !"

"وہ دونوں دبے پاؤں خواب گاہ سے نکلیں۔ لوئیسا کے ہاتھ میں اس کا سوٹ کیس بھی تھا۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ایسا سناٹا تھا کہ کہیں سے کسی جھینگر کی بھی آواز نہیں آرہی تھی ... طویل راہداری سے گزر کر وہ ایک کمرے میں پہنچیں۔

"تم یہیں ٹھہرو ...!" شلی نے اُسے دروازے کے قریب ہی روکتے ہوئے کہا "میں یہیں سے تہ خانے کا ائر کنڈیشنر چلاؤں گی اور اگزاسٹ فین کھولوں گی۔ پھر تم نیچے اُتر جانا ... مجھ سے صبح ملاقات ہوگی"

"م - میں اکیلی رہوں گی -!" وہ بوکھلا کر بولی۔

"مجبوری ہے۔ اگر میں نے بھی تمہارا ساتھ دیا تو وہ سمجھ جائے گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے ! میں کسی نہ کسی طرح گذارا کر لوں گی ... ! لیکن یہاں تو بڑا اندھیرا ہے !"

"تہ خانہ میں روشنی ہوگی۔ کمرے میں احتیاطاً روشنی نہیں کر رہی -!"

وہ آگے بڑھی اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ لوئیسا اُسے کچھ کرتے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ البتہ اس نے کئی طرح کی آوازیں سنیں اور کمرے کے فرش پر دیوار کے قریب ایک روشن مستطیل دکھائی دیا۔ اور اسی کی روشنی کمرے کی گہری تاریکی پر کسی قدر اثر انداز ہوئی تھی۔

شلی نے لوئیسا کے قریب آکر کہا "چلو ... تہ خانے میں اُتر جاؤ ... پھر آرام سے سو جانا ... صبح کو تم سے ملاقات ہوگی ... !"

لوئیسا روشن مستطیل میں اُتر گئی ... اور شلی اُس راستے کو بند کرنے ہی جا رہی تھی کہ عقب سے سرگوشی سنائی دی۔

"تم بھی اُتر چلو -!"

ساتھ ہی کوئی سخت سی چیز پشت پر چبھی تھی۔

"کک ... کون ؟" وہ لرز کر رہ گئی -

"سہراب ...! اور یہ بے آواز پستول ہے ... چلو ... اُترو ...!"

"م ... میں ...!" وہ ہکلائی -

"تمہیں قتل کر کے چپ چاپ نکل جاؤں گا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی - ورنہ جو کچھ کہوں۔ کرتی رہو ...! تمہارے سارے ملازم بے ہوش پڑے ہیں۔ شور قیامت بھی انہیں نہ اٹھا سکے گا۔"

شلی نے مستطیل میں قدم رکھ دیا .. زینے خاصی گہرائی تک چلے گئے تھے سہراب اب بھی اُس کے پیچھے تھا ... لوئیسا نیچے پہنچ کر زینوں کی طرف مڑی تھی اور انہیں نیچے اترتے دیکھ رہی تھی۔ لیکن شلی کو اُس کی آنکھوں میں نہ احتجاج نظر آیا اور نہ خوفزدگی دکھائی دی۔

جیسے ہی وہ نیچے پہنچے لوئیسا کسی قدر ہٹ کر کھڑی ہو گئی ... سہراب نے شلی سے کہا "اب اس راستے کو بند کر دو -!"

اس وقت شلی بالکل سحر زدگی کے سے عالم میں اُس کے احکامات کی تعمیل کر رہی تھی ! اُس نے نچلی سیڑھی کے زیریں حصے پر دونوں ہاتھوں سے دباؤ ڈالا اور ہلکی سی آواز کے ساتھ راستہ بند ہو گیا۔

تہ خانہ بہت وسیع تھا جہاں مناسب جگہوں پر مختلف قسم کے فالتو گھریلو سامان رکھے دکھائی دیتے تھے۔

ایک جانب کچھ بستر نظر آئے۔ کتابوں کی الماریوں کے قریب ایک بڑی میز چند کرسیوں سمیت موجود تھی ...

سہراب نے شلی سے کہا "اب یہاں اطمینان سے ہم گفتگو کر سکیں گے !"

"اُوپر بھی کوئی بے اطمینانی نہ ہوتی۔" شِلی جی کڑا کر کے بولی۔

"مناسب ہوگا کہ ہم بیٹھ جائیں۔۔۔!" سہراب نے کہا اور شِلی کرسیوں کی طرف بڑھ گئی۔

لوئیسا کتابوں کی الماریوں کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ شِلی نے اُسے تیز نظروں سے دیکھا اور پھر سہراب کی طرف متوجہ ہوگئی۔

سہراب نے لوئیسا سے کہا "تم اپنا کام شروع کر دو۔۔!" اور وہ الماریوں سے کتابیں نکال نکال کر فرش پر ڈھیر کرنے لگی۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!" شِلی جھنجھلا کر بولی۔

"ہمیں صرف ایک کتاب کی تلاش ہے محترمہ۔۔۔ جس کی قیمت مُلکی کرنسی کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اسّی، پچاسی روپے ہوگی۔۔۔ دو ماہ ہوئے آپ کے والد مسعود وارث صاحب نے پیرس میں خریدی تھی۔ اور ہم یہ کتاب مفت نہیں چاہتے۔!" سہراب نے کہا اور جیب سے کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میز پر رکھ دی۔

"میں نہیں سمجھی۔۔!"

"یہ پانچ ہزار روپے ہیں! ہم نے یہ کتاب سب سے پہلے دارالحکومت میں آپ کے والد کے کمرے میں تلاش کی تھی۔ لیکن وہاں نہ مل سکی۔ اس وقت بھی آپ کی لائبریری میں اب تک میں وہی کتاب تلاش کرتا رہا تھا وہاں بھی نہ مل سکی۔ لیکن یہاں لازمی طور پر مل جائے گی۔ اور ہم آپ کے والد کی اس عادت سے بخوبی واقف ہیں کہ وہ اپنی کوئی کتاب عاریتاً بھی کسی کو نہیں دیتے خواہ کسی قسم کی کتاب ہو۔ ہمیں یہ بھی علم تھا کہ اس تہہ خانے میں گھریلو فالتو سامان کے ساتھ وہ کتابیں بھی رکھی جاتی ہیں جن کا لائبریری میں رکھنا ضروری خیال نہیں کیا جاتا۔"

"تہ خانے کا علم تمہیں کیونکر ہوا۔۔۔ ہمارے ملازمین تک نہیں جانتے کہ یہاں

کوئی تہ خانہ بھی ہے۔۔۔!"

"ضرورت بُری بلا ہے محترمہ!" سہراب طویل سانس لے کر بولا۔ "معلومات حاصل ہی کرنی پڑتی ہیں!"

"اور یہ۔۔۔!" شِلی نے لوئیسا کی طرف دیکھ کر کہا "یہ بھی کسی خطرے میں نہیں ہے۔!"

"نہیں محترمہ۔ مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح یہ آپ کی کوٹھی میں داخل ہو جائے آپ کی مہمان بن کر یہاں اُس کتاب کو تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ یہ تو حالات خود بخود میری موافقت میں بدلتے چلے گئے ورنہ اسکیم یہ تھی کہ آپ سے اس کی دوستی کرائی جاتی۔ اور یہ آپ کے ساتھ کچھ دن گزارنے کی کوشش کرتی۔ اس طرح آپ خود ہی اسے اپنا مہمان بناتیں اور یہ یہاں آپ کی لاعلمی میں وہ کتاب تلاش کرتی۔ ہم یہ سارا کام نہایت خاموشی سے کرنا چاہتے تھے۔!"

"اچھا تو یہ محض ڈھونگ تھا کہ لوئیسا کو کوئی اٹھائے جانا چاہتا ہے۔"

"ہاں محترمہ"۔

"اور تصویروں کی نمائش میں بھی صداقت نہیں تھی۔!"

"جی نہیں۔ یہ بھی محض آپ کے لیے کی گئی تھی۔ کسی غیر اہم شخصیت کو آپ اپنی مہمان کیوں بنانے لگیں۔"

"خدا کی پناہ۔ آخر میں کون سا ناول پڑھ رہی ہوں۔ کیا اس کتاب میں کسی بہت بڑے خزانے کا سراغ موجود ہے!"

"نہیں محترمہ۔۔۔!" سہراب ہنس کر بولا! "وہ سب قصے کہانیوں کی باتیں ہیں۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس کتاب میں ہے کیا جس کے لیے دو قتل ہوگئے فوزیہ کا منگیتر مارا گیا اور کمرہ نمبر بانوے میں بھی ایک قتل ہوا۔"

“اُن دونوں وارداتوں کا اس کتاب سے کوئی تعلق نہیں لیکن وہ قتل ہمارے یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ ضرور بنے ہیں۔ آرٹ گیلری والی لاش آپ دونوں کو کمرہ نمبر بانوے میں لے گئی تھی اور کمرہ نمبر بانوے میں اپنی موجودگی ہی کی بنا پر آپ نے نوٹیسا کی میزبان بننا منظور کیا تھا۔ ورنہ آپ تو گھاس بھی نہ ڈالتیں۔”

“لیکن میری سہیلی فوزیہ کہاں ہے! کمرہ نمبر بانوے سے نکلنے کے بعد جو غائب ہوئی ہے تو آج تک اُس کا سراغ نہیں مل سکا...”

“یقین کیجیے محترمہ... میں نہیں جانتا کہ اُس پر کیا گذری یا وہ کہاں ہے۔”

“لیکن اس کا منگیتر بھی اُسی رات کو مارا گیا تھا۔ اور شاید وہ اس سے ناواقف تھی کہ جس لاش کی شناخت کی کارروائی سے بچنا چاہتی تھی وہ اس کے منگیتر کی لاش تھی۔”

“ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی رہا ہو۔ میں ان معاملات سے لاعلم ہوں!”

“لیکن مجھے پہلی بار آرٹ گیلری وہی لے گئی تھی!”

“وہ نہ لے جاتی تب بھی آپ کو آرٹ گیلری کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑتا۔ جلال آباد کے ہر فرد کی خواہش تھی کہ میرے ماڈل کو دیکھے۔”

“لیکن ماڈل صرف میرے لیے تھا اس لیے وعدوں کے باوجود بھی اور کسی کو نہیں دکھائی گئی۔” شبلی نے ہنس کر کہا۔ اتنی دیر میں وہ اپنے اعصاب پر پوری طرح قابو پا چکی تھی!

“جی ہاں حقیقت تو یہی ہے۔ ادھر ٹاؤن ہال میں بھی جو کچھ بھی ہوا محض ڈرامہ تھا۔ آپ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے۔”

“آخر اس کھڑاگ پر آپ لوگوں نے کتنا خرچ کیا ہوگا۔”

“کچھ نہ پوچھیے بہت خرچ ہوا ہے!”

“اور پھر یہ مزید پانچ ہزار روپے!” شبلی نے نوٹوں کی گڈی کی طرف اشارہ کر کے کہا

“اور اگر آپ چاہیں تو یہ پانچ ہزار خود رکھ سکتی ہیں۔ کسی سے اس کا تذکرہ ہی نہ کریں کیونکہ وہ کتاب آپ کے ڈیڈی کے لیے اتنی اہم نہیں ہے کہ اگر ایک بار فالتو کتابوں کے ڈھیر میں چلی گئی تو انہیں دوبارہ اس کی ضرورت محسوس ہو سکے۔”

“آخر کتاب کا موضوع کیا ہے!”

“مچھلیوں کی افزائش نسل کے جدید ترین طریقے!”

“حالانکہ ہم ماہی گیر بھی نہیں ہیں!” شبلی نے ہنس کر کہا۔

“آپ کے ڈیڈی بہت پڑھتے ہیں۔ اور پڑھنے کے معاملے میں ان کا ٹیسٹ یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہاتھ آجائے۔ دنیا کے سارے علوم بیک وقت حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔!”

“شاید آپ نے انہیں بہت قریب سے دیکھا ہے!”

“یہی سمجھ لیجیے!” سہراب سر ہلا کر بولا اور نوٹیسا کی طرف دیکھنے لگا جو بڑے انہماک سے اس کتاب کی تلاش میں سرگرداں تھی۔

“اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔” شبلی نے کہا “کیا اُس کتاب کی صرف ایک ہی جلد شائع ہوئی تھی۔”

“نہیں تو ― ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئی ہوگی!” سہراب بولا۔

“پھر یہی جلد کیوں؟”

“اس سوال کا جواب میں نہیں دے سکوں گا...!”

“کیوں؟”

“مجھے علم ہی نہیں ہے۔ میں تو ٹھیکے پر یہ کام کر رہا ہوں؟”

“کس کے لیے۔!”

“اُس کے لیے۔!” سہراب نے نوٹیسا کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا اس نے

مجھے یہ نہیں بتایا کہ اس کتاب کی کیا اہمیت ہے۔"

"اس کتاب کی کیا اہمیت ہے لوئیسا!" شلی نے اونچی آواز میں پوچھا!

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ یہ ادارہ اپنی کتابوں کی جلدوں پر نمبر بھی ڈالتا ہے۔ تمہارے ڈیڈی نے جو جلد خریدی تھی اُس کا نمبر ایک تھا اور ساری دنیا میں یہ فخر صرف میرے ڈیڈی کو حاصل ہے کہ اُن کی لائبریری میں اس ادارے کی شائع کردہ ہر کتاب کی پہلی جلد موجود ہے ... میرے ڈیڈی فرانس کی ایک بڑی شخصیت ہیں! اگر کسی کتاب کی پہلی جلد اُن کے ہاتھ نہیں لگتی تو وہ اس کے لیے دنیا کا گوشہ گوشہ چھنوا ڈالتے ہیں ...!"

"تب تو تم سے بڑی غلطی سرزد ہوئی خواہ مخواہ اتنا کھڑاگ کیا۔ اگر تم میرے ڈیڈی سے اُس کے حصول کے لیے درخواست کرتیں تو وہ بڑی خوشی سے تحفتہً تمہارے ڈیڈی کی خدمت میں پیش کر دیتے۔"

"ناممکن وہ اپنی خریدی ہوئی کتابیں دیمکوں کی نذر کر دیتے ہیں لیکن کسی آدمی کو ہرگز نہیں دیتے۔ میں نے ان کے بارے میں یہی سُنا ہے۔"

"اب اتنے سخت بھی نہیں ہیں کم از کم جو کتابیں یہاں فالتو چیزوں کے ساتھ موجود ہیں۔ ان میں سے بہتری خود میں نے اپنی سہیلیوں میں تقسیم کی ہیں۔"

"نہیں ...!" لوئیسا اُچھل پڑی۔

ضروری نہیں کہ وہ کتاب بھی انہی میں شامل ہو۔ تم اپنی تلاش جاری رکھو۔ خواہ مخواہ تم لوگوں نے تکلیف اٹھائی۔ اگر تم مجھ سے دوستی کرتیں اور وہ کتاب مانگتیں تو میں اُسے تلاش کر کے تمہارے حوالے کر دیتی!"

"تب تو بڑی غلطی ہوئی محترمہ!" سہراب طویل سانس لے کر بولا۔

"خیر اب اطمینان سے تلاش کرو۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے ..."

"واقعی ہم سے بڑی غلطی ہوئی!" لوئیسا نے کہا۔ "ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ کتابوں کے معاملے میں تمہارے ڈیڈی سے متعلق جو کچھ بھی مشہور ہے بالکل درست ہے!"

"ہاں تو سہراب صاحب!" شلی اُس کی طرف مڑ کر بولی۔ "اب معاملہ رہ جاتا ہے اس احمق آدمی کا ... کیا وہ بھی آپ ہی کا آدمی ہے۔!"

"ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"تو پھر اُسے کس خانے میں فٹ کروں۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے آپ مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے تھے کہ وہ اس آدمی کا کارپرداز ہو سکتا ہے جس نے لوئیسا کو اٹھائے جانے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ سب کچھ جھوٹ تھا۔!"

"جی ہاں۔ اب میں کیا عرض کروں۔!"

"تو پھر وہ کون ہے۔!"

"خدا ہی جانے ... ہاتھ آجاتا تو پتا چلتا۔! لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ قاتل ہے۔ اور میرے پیچھے کیوں لگ گیا ہے۔ میں نہیں جانتا۔"

"فوزیہ کے منگیتر کا قاتل بھی ...!"

"جی ہاں۔ اور کیا؟"

"فوزیہ سے آپ کا کیا تعلق تھا ..."

"مجھ سے؟" وہ چونک کر بولا۔ "کچھ بھی نہیں! میں نے اسے آپ ہی کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"لیکن اس کا منگیتر آرٹ گیلری میں مار ڈالا گیا۔ اور وہ اس وقت وہیں موجود تھی اور اُس سے۔ علم بھی تھی کہ مرنے والا اُس کا منگیتر تھا!"

"دیکھیے اس معاملے پر تو وہی روشنی ڈال سکے گا جو میرے آفس کے زینوں سے آپ دونوں کو اوپر ہوٹل میں لے گیا تھا۔ ممکن ہے اُس کے بعد اُس نے

فوزیہ کو بھی ختم کر دیا ہو۔"

"آخر کیوں؟"

"یہ تو وہی بتا سکے گا محترمہ۔!"

یہ گفتگو انگلش ہی میں ہوتی رہی تھی۔ دفعتاً لوئیسا ہاتھ اٹھا کر بولی "میں سمجھ گئی۔!"

"وہ بھی اسی کتاب کے حصول کے چکر میں معلوم ہوتا ہے۔ کسی طرح اُسے اس کی اہمیت کا علم ہو گیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میرے ڈیڈی ایسی کتابوں کے لیے بہت بڑی قیمتیں ادا کر دیتے ہیں۔!"

"کیا تمہارے ڈیڈی نے کرنسی چھاپنے کا کوئی پریس بھی لگا رکھا ہے۔!"

"اوہ یہ بات نہیں!" وہ ہنس کر بولی "میرے ڈیڈی اتنے دولتمند ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں... بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں!"

"مجھے بھی ان کا نام بتاؤ شاید میں نے بھی سُنا ہو۔!"

"موسیو گستاو رولاں۔!"

"اوہ... وہ مشہور صنعت کار جس نے پچھلے سال شیکسپیئر کا فولیو ڈیڑھ لاکھ پونڈ میں خریدا تھا!"

"وہی۔ وہی۔ تمہاری معلومات خاصی وسیع ہیں!"

"کاش وہ کتاب مل جائے۔ مجھے بیحد خوشی ہوگی۔ اور مسٹر سہراب آپ یہ نوٹوں کی گڈی اُٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیجئے!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"میں وہ کتاب فروخت نہیں کروں گی۔ اُس کی حیثیت تحفے کی سی ہوگی۔!"

"مجھے یہی اُمید تھی۔ آپ کے خاندان کی اعلیٰ ظرفی تو جلال آباد میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے!"

"اوہ۔!" دفعتاً انہوں نے لوئیسا کی تحیّر آمیز آواز سُنی... اور چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔

لوئیسا کے ہاتھوں میں ایک کتاب تھی۔ جسے وہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ دیکھے جا رہی تھی۔

"مل گئی!" سہراب اُٹھتا ہوا مضطربانہ انداز میں بولا۔

"یقیناً مل گئی ہے!" لوئیسا نے کہا "اب جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو!"

وہ زینوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ عقب سے آواز آئی۔

"لیکن اس مچھلی کو کس پر چھوڑے جا رہے ہو!"

وہ تینوں ہی بوکھلا کر مُڑے تھے۔

سامنے عمران کھڑا نظر آیا۔ چہرے پر وہی ازلی احمقانہ تاثر تھا۔

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب بھینسوں کی فارمنگ کے سلسلے میں بھی کچھ مدد دے سکے گی یا نہیں۔!"

ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی دیوار سے برآمد ہوا ہو۔ شُل نے تہ خانے کے راستے کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور بند تھا۔

"تت تم... کک... کیسے۔!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"ایک راستہ ایسا بھی ہے جس کا علم تمہارے دادا جان کے علاوہ اور کسی کو نہیں... اسے میری دریافت سمجھ لو۔"

"تو تم نے ہماری ساری گفتگو سن لی ہے...!"

"بالکل سُن لی ہے۔ کیوں کہ میں اُس مسہری کے نیچے آرام کر رہا تھا!" عمران نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔

اچانک سہراب نے ریوالور نکال لیا۔ اور عمران کے دل کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں نہیں چاہتا کہ تہ خانے میں داخل ہونے کا وہ راستہ دادا جان کے علاوہ اور کسی کے بھی علم میں بھی آ جائے!"

"نن — نہیں!" شلی بوکھلا کر بولی "پلیز — ریوالور جیب میں رکھ لیجئے —"

پھر عمران سے کہا "میں یہ کتاب ان لوگوں کو اپنی خوشی سے دے رہی ہوں۔ للذا کسی کو بھی اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"لیکن اب مجھے بھی مچھلیوں کی افزائشِ نسل سے دلچسپی ہو گئی ہے۔" عمران نے کسی ضدی بچے کے سے انداز میں کہا۔

"بہر حال میں بات نہیں بڑھانا چاہتی۔!"

"بات تو بڑھے گی محترمہ!" سہراب نے کہا "یہ دو آدمیوں کا قاتل ہے!"

"نہیں صرف ایک کا وہ جس نے مجھ پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔ اگر میں جلدی میں نہ ہوتا تو تینوں ہی مارے جاتے!"

"بتاؤ... فوزیہ کہاں ہے!" سہراب نے ریوالور کو جنبش دے کر پوچھا

"اُس کی بات بعد میں کرنا پہلے ساجد جمالی کی خیریت دریافت کرو، جس نے مجھے مار دینے کا بیڑہ اُٹھایا تھا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"وہ تمہارے خلاف بہترین گواہ ثابت ہو گا!"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔!"

"اس کی رسید سے تمہیں مطلع کر رہا ہوں۔ یہ بکواس نہیں ہے۔!"

"یعنی وہ تمہارے قبضے میں ہے!"

"ہاں شاید میری بات کا یہی مطلب ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں یقین نہیں کر سکتا۔ تم بلف کر رہے ہو...!" سہراب نے کہا اور عمران کے کچھ بولنے سے قبل ہی شلی بول پڑی "تم دونوں تو اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو!"

"خاموش رہو!" سہراب شلی پر الٹ پڑا۔

"اے مسٹر!" عمران نتھنے پھلا کر بولا! "تم میری موجودگی میں کسی خاتون کی شان میں گستاخی نہیں کر سکتے!"

سہراب نے اُس پر فائر جھونک مارا۔ لیکن وہ اس کی طرف سے غافل تو نہیں تھا۔ اِس دوران میں اُس کی نگاہ ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی ہی کی طرف تھی۔ وہ پھرتی سے بائیں جانب کھسک گیا۔ سہراب نے وار خالی جاتے دیکھا تو طیش میں مسلسل فائر ہی کرتا چلا گیا۔

لیکن شلی کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ ایسی اُچھل کود سے کب سابقہ پڑا ہوگا۔ فائرنگ کے دوران میں اُسے ایسا ہی محسوس ہوتا رہا تھا جیسے عمران آدمی نہیں ربڑ ہو۔

اور پھر چھٹے فائر کے بعد اُس نے سہراب پر چھلانگ لگا دی تھی۔ دونوں بیک وقت فرش پر ڈھیر ہو گئے اور ایک دوسرے کو اس طرح جکڑ لیا جیسے دو کیکڑے آپس میں گتھم گتھا ہو گئے ہوں۔

ادھر لوئیسا کے گریبان سے ایک پستول برآمد ہوا اور شلی کی کمر سے جا لگا۔

"کک... کیا مطلب...!" وہ ہکلائی۔

"تہہ خانے کا راستہ کھولو ورنہ بے دریغ فائر کر دوں گی!" وہ سفاکانہ لہجے میں بولی۔

"جہنم میں جاؤ...!" کہہ کر شلی نے زینوں کی طرف قدم بڑھائے اور نچلی سیڑھی کے اس حصے پر دباؤ ڈالا جو راستہ بند کرنے والے حصے کے مقابل تھا۔ ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ راستہ کھل گیا اور لوئیسا زینوں پر چڑھتی چلی گئی۔

"ارے ارے..." عمران سہراب سے گتھا ہوا چیخا "یہ کیا کر رہی ہو۔ وہ کتاب نہ لے جانے پائے۔"

شلی غیر ارادی طور پر لوٹیسا کے پیچھے جھپٹی لیکن پھر زینوں کے وسط میں رُک کر اُن کی طرف مُڑی اور مُکا تان کر بولی "جہنم میں جائے کتاب۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے..."

"ہو چکا جو کچھ ہونا تھا۔ وہ نکل گئی!" عمران نے خود کو سہراب کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا اور پھر زینوں کی طرف لپکا لیکن سہراب نے پھر اُس پر چھلانگ لگا دی۔

"دیکھو۔" شلی نے عمران کو وارننگ دی اور وہ پلٹ پڑا۔ دونوں ارنے بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ شلی کی نظر عمران کے بائیں ہاتھ پر پڑی جس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ شاید بازو کا زخم پھٹ گیا تھا اور بینڈیج کے نیچے سے خون رسنے لگا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ عمران سہراب پر چھایا ہوا تھا۔ سہراب عمران کے بائیں بازو پر ضرب لگانے کی کوشش کرتا اور عمران کسی مشاق باکسر کی طرح ہر بار اس کا وار خالی دیتا۔ سہراب کے بارے میں تو شلی کو علم تھا کہ کسی زمانے میں ایک پیشہ ور باکسر کی حیثیت سے بھی جلال آباد میں خاصی شہرت کا مالک رہا ہے... عمران کی پھرتی اسے حیرت میں ڈال رہی تھی۔ وہ مہارت بھی یاد آئی جس کا مظاہرہ اس نے آگ اگلتے ہوئے ریوالور کے مقابل کیا تھا...

وہ کوئی بھی رہا ہو۔ لیکن ابھی تک حقیقتاً اُسی نے اُس کے ساتھ ہمدردانہ رویہ برقرار رکھا تھا۔ اگر لوٹیسا کتاب کے حصول کے بعد واقعی اُس کی مشکور تھی تو آخر اس نے پستول کیوں نکال لیا تھا اور راستہ کھلوانے کے لیے دھمکی کیوں دی تھی۔ یقیناً سہراب اور لوٹیسا نے اُسے بیوقوف بنایا تھا۔ ورنہ کم از کم عمران کے اچانک نمودار ہو جانے پر اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرتے

اس نے دیکھا کہ عمران اب کسی قدر سست پڑنے لگا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ایک دیوار کے قریب ہوتا جا رہا تھا... وہ بوکھلا گئی۔ اگر سہراب نے اُسے دیوار سے رگڑ دیا تو کیا ہوگا۔ عمران کو تو ایسی ہی جگہ پر ہی ہونا چاہیے جہاں کم سے کم مار کھائے بغیر اپنا بچاؤ کرتا رہے۔ آخر بازو بھی زخمی ہے... دیوار پر پہنچ جانے کے بعد پیچھے ہٹ کر بچاؤ کرنا مشکل ہوگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دیوار سے جا لگا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے سہارا لینے کے لیے اس نے ایسا کیا ہو... پھر سہراب اُس پر اس طرح جھپٹا جیسے دیوار ہی سے رگڑ کر رکھ دے گا۔ شلی کے حلق سے بے ساختہ قسم کی چیخ نکل گئی تھی۔ لیکن یہ کیا ہوا عمران نہ صرف بجلی کی سی سرعت سے ایک طرف ہٹا تھا بلکہ کسی قدر آگے بڑھ کر فرش پر گرا اور داہنی ہتھیلی ٹیک کر اُچھلا تو بھرپور لات سہراب کے چہرے پر پڑی۔ پھر وہ گونجدار آواز اُس کے دیوار سے ٹکرانے ہی کی تھی جس سے فضا کا سکوت ٹوٹ گیا تھا۔

سہراب دیوار سے لگا ہوا دھم سے فرش پر بیٹھ گیا... اُس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ ایک طرف لُڑھک گیا۔

"بریوو۔ ونڈرفل... شاباش!" شلی نے کسی ننھی سی بچی کی طرح اُچھل کر تالیاں بجائیں۔ غالباً یہ اضطراری حرکت تھی۔ کیونکہ پھر وہ سنبھل کر کچھ جھینپی جھینپی سی نظر آنے لگی۔

عمران لڑکھڑاتا ہوا ایک مسہری کی طرف بڑھا اور اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بریف کیس نکالا۔

شلی تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔ اتنی دیر میں وہ بریف کیس سے ہتھکڑیوں کا جوڑا نکال چکا تھا۔

"تت... تم...!" وہ ہتھکڑیوں کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی ہکلائی۔

"ہاں" عمران مسکرا کر بولا "میں کوئی چور یا اُچکا نہیں ہوں... دل چاہے تو اپنے رشتے کے خالو سیکرٹری صاحب کو فون کر کے معلوم کر لو۔"

وہ جھومتا ہوا سہراب کی طرف بڑھا اور اُسے فرش پر اوندھا کر کے اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر لایا اور ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

"خدا کے لیے تم مجھے اپنا بازو دیکھنے دو۔ شاید زخم کو بگاڑ لیا ہے تم نے...!" شلی اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ چلو میرے ساتھ...!"

"کہاں چلوں...!"

"اُوپر... وہ کتاب...!"

"میں نے دیکھا تھا۔ فضول سی کتاب تھی۔ اگر اُس کی کوئی اہمیت ہوتی تو یہاں کیوں ڈال دی جاتی" شلی نے کہا۔

لیکن عمران عجلت میں اُسے اُوپر کھینچ لے گیا۔ سب سے پہلے وہ اپنی خوابگاہ میں پہنچی۔ یہاں سناٹا تھا۔ عمارت کا چپہ چپہ چھان مارا گیا لیکن ریٹیسا کہیں نہ ملی آخر وہ پھر تھک ہار کر لائبریری میں جا بیٹھے... اور عمران نے کہا "فوزیہ میری ہی حفاظت میں ہے۔ اگر میں اُسے نہ لے جاتا تو اُس کا بھی وہی حشر ہوتا جو اس کے منگیتر کا ہوا تھا۔"

"آخر کیوں؟"

"پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ نشے کی عادی تھی۔ غالباً اسی عادت کی بنا پر سہراب کے ہتھے چڑھی ہوگی۔ اُس کا منشیات کا کاروبار بھی ہے۔ منگیتر اس لیے مارا گیا تھا کہ وہ فوزیہ کے سلسلے میں چھان بین کر رہا تھا... سہراب فوزیہ کو بھی اسی لیے مار دیتا کہ منگیتر کی موت کے بعد وہ لازمی طور پر اس کے ہاتھ سے

نکل جاتی اور یہ چیز سہراب کے لیے خطرناک ثابت ہوتی۔ بہرحال اُسے تمہارے متعلق ساری معلومات فوزیہ ہی سے حاصل ہوئی تھیں... حافظے پر زور دے کر بتاؤ کیا کبھی تم نے اُس سے تہ خانے کا بھی ذکر کیا تھا۔"

"شاید کیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ فالتو چیزیں وہاں پہنچا دی جاتی ہیں۔ لیکن راستے کا اُسے علم نہیں تھا۔ اُس نے مجھ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں اُسے تہ خانہ بھی دکھاؤں۔ ارے ہاں وہ دادا جان والا راستہ...!"

"تمہیں کیوں بتاؤں... اگر وہ تم لوگوں کو بتانا چاہتے تو بتا ہی نہ دیتے بہرحال وہ یہیں ان کے کمرے سے تہ خانے تک جاتا ہے۔ میں نے اُسی رات اس کا پتہ لگا لیا تھا۔ جب تمہاری لاعلمی میں رات یہاں ٹھہرا تھا۔ اور اس وقت میں سہراب کو ڈاج دے کر تہ خانے میں اُتر گیا تھا۔ وہ مجھے اُوپر ہی تلاش کرتا رہ گیا۔ خیر... اب میں چلا۔"

"کہاں چلے — وہ تہ خانے میں پڑا ہوا ہے!"

"پڑا رہنے دو۔ لیکن اُسے کھلاتے پلاتے رہنا تمہاری ذمہ داری ہوگی تاوقتیکہ تمہارے ڈیڈی یہاں نہ پہنچ جائیں۔"

"نن... نہیں۔!" وہ بوکھلا گئی۔

"یہ بے حد ضروری ہے۔ سہراب کو پولیس کی تحویل میں دینے سے قبل یہ بے حد ضروری ہے!"

"آخر کیوں؟"

"شاید تمہارے ڈیڈی کو بھی اُس کتاب کی اہمیت کا علم نہیں۔ میں ان کی موجودگی ہی میں سہراب سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی کچھ نہیں پوچھوں گا۔"

"تم نے مجھے دوسری دشواری میں ڈال دیا۔"

"کوئی دشواری نہیں ہے! میں انہیں ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ تم گھر والوں کی عدم موجودگی میں لڑکوں کو چھیڑتی پھرتی ہو۔"

"پلیز — اس کا حوالہ مت دو — میں تہ دل سے توبہ کر چکی ہوں۔ لیکن ٹھہرو! میں نے کہا تھا مجھے اپنا زخم دکھاؤ۔ پھر سے ڈریسنگ کروں گی۔"

"ارے ہاں...!" عمران اس طرح چونکا جیسے اُسے بھول ہی گیا ہو..... کوٹ اتار کر قمیض کی آستین چڑھائی۔ پوری بینڈیج خون سے تر ہو گئی تھی۔

"ٹھہرو...! میں نیچے سے فرسٹ ایڈ بکس لے آؤں۔" شیلی اُٹھتی ہوئی بولی۔

رات اختتام کو پہنچنے والی تھی۔ لیکن شیلی کی آنکھوں میں نیند کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ فرسٹ ایڈ بکس لے کر جلد ہی لائبریری میں پہنچ گئی اور ڈریسنگ کرنے کے دوران میں اس کتاب کا ذکر پھر سے چھڑ گیا۔

"اس کی تلاش کی ابتداء تمہارے ڈیڈی کے بنگلے ہی سے ہوئی تھی... راتوں کو لوگ ان کے بنگلے میں داخل ہو کر کچھ تلاش کرتے۔ ایک رات انہیں بھی علم ہو گیا۔ لیکن تلاش کرنے والا نکل بھاگا۔ انہوں نے اس کی رپورٹ سر سلطان کو دی۔ لیکن تمہارے ڈیڈی کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ تلاش کی جانے والی چیز کیا تھی۔ بہرحال ایک بار اس شخص کو چیک کر لیا گیا۔ لیکن پکڑا نہیں گیا۔ بلکہ اس کی نگرانی شروع کر دی گئی۔ اور اسی نگرانی کے دوران میں معلوم ہوا کہ اس کا تعلق سہراب سے ہے۔ یہاں سہراب آرٹ گیلری سجائے بیٹھا تھا۔ پھر جو کچھ ہوا تمہارے علم میں ہے!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ کتاب...!"

"ہو سکتا ہے۔ تم لوگوں کے لیے اہم نہ ہو —!"

"مچھلیوں کی افزائشِ نسل کے طریقے۔ ممکن ہے۔ لوئیسا کا بیان اسی بارے میں صحیح ہو —!"

"شیلی صاحبہ...! یہ غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹوں کا چکر ہے..."

"نہیں —!" شیلی نے متحیرانہ انداز میں اپنے ہاتھ روک لیے۔

"یہی بات ہے — اور تم اس سلسلے میں اپنی زبان بالکل بند رکھو گی۔ اپنے ڈیڈی سے بھی اس سلسلے میں انجان بنی رہنا!"

"صرف اسی شرط پر میں تمہاری بات مانوں گی کہ اس ایڈونچر میں مجھے بھی شریک رکھو گے —!"

"ابھی جی نہیں بھرا ایڈونچر سے...؟"

وہ اُسے آنکھ مار کر مسکرائی اور سر کو نفی جنبش دے کر رہ گئی۔

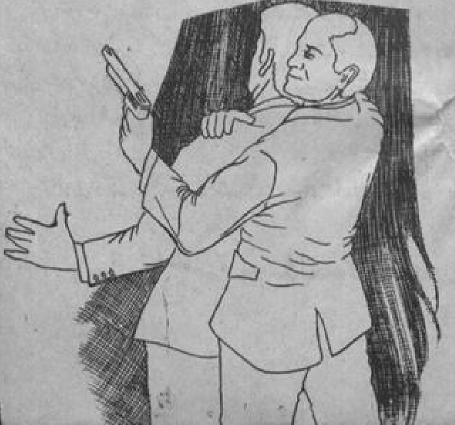ختم شد